اوّلین شہید آزادی
ٹیپو سلطان

اولیّن شہید آزادی

ٹیپو سلطان

سید محمود خاور

ٹیپو سُلطان

بچوں اور نوجوانوں کے لئے
ایک مفید اور معلوماتی کتاب

ڈیزائن سرورق	:	سید وسیم مسعود
زیر اہتمام	:	سید خضر محمود ٹیپو
باراول	:	۲۰۰۱ء
قیمت	:	۳۰ روپے
کمپوزنگ	:	خلیل الرحمٰن (2639631)

ناشر
شالیمار پبلیکیشنز
N-3/27 EXTENSION, JINNAH AVENUE, MODEL COLONY
KARACHI - 75100

ٹیپو سلطان ۔ ایک لائقِ توقیر تصنیف

سید محمود خاور ایک عرصے سے بچوں اور نو جوانوں کے لئے مفید اور ضروری ادب تخلیق کر رہے ہیں ۔ انہوں نے ہماری تاریخ اور ثقافت کی نامور اور قابل تقلید شخصیات کے بارے میں متعدد کتابیں تحریر کی ہیں ۔ زیر نظر کاوش خصوصی طور پر بچوں کے لئے تحریر کی گئی ہے ۔ انھیں ٹیپو سلطان سے بے پناہ عقیدت ہے اور وہ ان چند افراد میں سے ہیں جنھوں نے ٹیپو سلطان کی شخصیت اور فکر کی ترویج و اشاعت کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا ہے ۔

ٹیپو کی حیات اور کارناموں کے بارے میں زیر تبصرہ کوشش ذرا بڑی عمر کے بچوں یعنی نو جوانوں کے لئے تحریر کی گئی ہے ۔ سید محمود خاور مغربی ممالک کے مصنفین کی طرح اپنے قارئین کی عمر اور استعداد علمی کی مناسبت سے ، الفاظ استعمال کرنے کا فن جانتے ہیں اور یہ نکتہ بے پناہ اہمیت کا حامل ہے اس طرح بچے اور نو جوان باآسانی مفید خیالات کی گہرائیوں تک پہنچ سکتے ہیں اور بڑی عمر کے قارئین کے لئے لکھی جانے والی کتب کے دقیق اور گنجلک اظہار سے یکسر اجنبی رہ جانے کے بجائے بڑی اور عظیم شخصیات کے کارناموں سے پوری طرح فائدہ اٹھانے کے قابل ہو جاتے ہیں ۔

سید محمود خاور کی تصنیف 'ٹیپو سلطان' کی ایک خوبی تو دلکش انداز بیان اور موزوں ذخیرۂ الفاظ کا پر تاثیر استعمال ہے دوئم یہ کہ ان کی تصنیف برصغیر کی آزادی کے

قائد اول ٹیپو سلطان اور ان کی سلطنت کے بعض تاریخی آثار کی خوبصورت تصاویر سے مزین ہے۔ بچوں کی کتابوں میں تصاویر اور خوبصورت طباعت کی بہت اہمیت ہوتی ہے۔

سید محمود خاور نے متعدد کتب تصنیف اور شائع کی ہیں اور یہ کتابیں بچوں کے ادب میں معیاری کتابیں قرار پا چکی ہیں۔ انھوں نے اپنی تازہ ترین تصنیف میں بعض ایسی نادر تصاویر شامل کی ہیں جن سے بچے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ پائیں گے۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ سید محمود خاور اردو ادیبوں کی اس فہرست میں شامل ہیں جنھوں نے ٹیپو سلطان پر قابل قدر کام کیا ہے اور موجودہ کتاب یقینی طور پر اس سلسلے کی ایک کامیاب کڑی ہے۔

میں دست بدعا ہوں کہ ہمارے نونہال اور کم عمر بچے اور بچیاں مطالعہ کتب میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لیں تا کہ ہمارے اسلاف کے بارے میں کتابیں ذوق وشوق سے پڑھی جاسکیں اور ان کتابوں سے حاصل ہونے والے اثرات ان کی زندگی اور کردار کا لازمی حصہ بن سکیں اور ہمارے بچوں میں ایک ایسا وصف پیدا ہو جائے جو انھیں لائقِ عزت وتقلید کردار (CHARACTER) بنا سکے۔

میں اس کتاب کی اشاعت پر سید محمود خاور کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

مخلص

ڈاکٹر محمد علی صدیقی

عرض مصنف

برصغیر کی تاریخ ایسے عجیب وغریب واقعات، حالات اور نشیب وفراز سے عبارت ہے جس میں زندگی کی تمام رنگارنگی کیفیات، جذبے اور ذائقے موجود ہیں۔ یہاں کی مسلم تاریخ، تہذیب وثقافت، واقعات اور شخصیات پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن ہنوز متعدد گوشے ایسے ہیں جن پر کئی پہلوؤں سے کام باقی ہے۔ ایک جانب نفرت، بغاوت، لالچ اور غداری ہے تو دوسری طرف ایثار وقربانی، اخلاص اور وفاداری اپنے عروج پر ہے۔ اسی خمیر سے میر جعفر و میر صادق اٹھے تو اورنگ زیب عالمگیر، جنرل بخت خان اور ٹیپو سلطان بھی پیدا ہوئے اور اپنی خصوصیات، کارناموں اور قربانیوں سے محیر العقول تاریخ رقم کر گئے۔ یوں تو ہر دور اور ہر عہد میں مجاہدین، سرفروش اور محبّ وطن پیدا ہوئے ہیں لیکن ٹیپو سلطان کی نظیر تا قیامت نہیں مل سکتی۔ مختصر حکمرانی، مسلسل سرگرانی، رزم وبزم، انتظام وانصرام، وطن کی حفاظت، دین کی استقامت، نہ چین نہ سکون اور اپنے ہی چراغ سے گھر کو آگ لگانے والے ہر لمحہ سرگرم مگر عمل ٹیپو سلطان سد سکندری بنا رہا، اتباعِ حضرت حسینؓ میں ہاتھ نہیں ملایا اور تلوار بدست شہید ہوگیا۔

ہندوستان کی تاریخ میں اورنگزیب کے بعد ٹیپو سلطان وہ واحد بادشاہ ہے جس نے ساری عمر شریعت وطریقت کی پیروی کرتے ہوئے حتی الامکان صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی تھی۔ وہ حقیقی معنی میں ایسا مرد مجاہد اور رجل عظیم تھا جس کی زندگی اسلامی اوصاف، عظمت وشرافت اور شجاعت کے پیکر میں ڈھلی ہوئی تھی۔ اسی سبب ٹیپو سلطان کی حیات اور عظیم الشان کارناموں پر جتنا بھی لکھا جائے کم ہے۔

ٹیپو سلطان نے برصغیر میں آزادی اور حریت کی اولین شمع جلائی، اسے دوام بخشنے کے لئے جان کی بازی لگادی اور پہلا شہید وطن قرار پایا۔ دوسو سال کا یہ طویل عرصہ اس کے لہو کی خوشبو سے مہکا ہوا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ نئی نسل کو اسلاف، بزرگوں اور مشاہیر کے اوصاف، انداز فکر وعمل اور کارناموں سے اچھی طرح آگاہ کیا جائے تاکہ ان میں حب الوطنی اور سرفروشی دین کے جذبات پیدا ہوں۔ وقت کا تقاضا بھی یہی ہے کیونکہ ہم پر چاروں طرف سے ثقافتی حملے ہورہے ہیں اور ہم بتدریج اپنے فکری سرمائے سے محروم ہوتے جارہے ہیں۔ اس کتاب کی تصنیف واشاعت کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کیونکہ میری دانست میں ٹیپو سلطان کو خراج عقیدت پیش کرنے کا احسن طریقہ یہی ہے۔

گزشتہ چند برسوں میں اردو میں معلوماتی، موضوعاتی، حوالہ جاتی، سائنسی، تکنیکی اور تاریخی کتابوں کی اشاعت محدود بلکہ مسدود ہوگئی ہے اس وجہ سے جو ادب تخلیق ہوکر بڑے یا بچوں تک پہنچنا چاہئے تھا وہ نہیں پہنچ رہا ہے جس کے باعث ہم انحطاط اور فکری سرمائے سے محرومی سے دوچار ہیں۔

اس کتاب میں سادہ زبان میں ٹیپو سلطان کی حیات اور موت کے درمیان اہم واقعات مختصراً بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس لئے اگر کہیں کوئی کمی یا غلطی نظر آئے تو اسے مصلحت یا کوتاہی سمجھتے ہوئے نظر انداز کردیں اور کتاب کو تحقیق کے بجائے معلوماتی سمجھیں اور اس کی افادیت کو مدنظر رکھیں۔

سید محمود خاور

انتساب

نواب حیدر علی

اور

ٹیپو سلطان کے نام
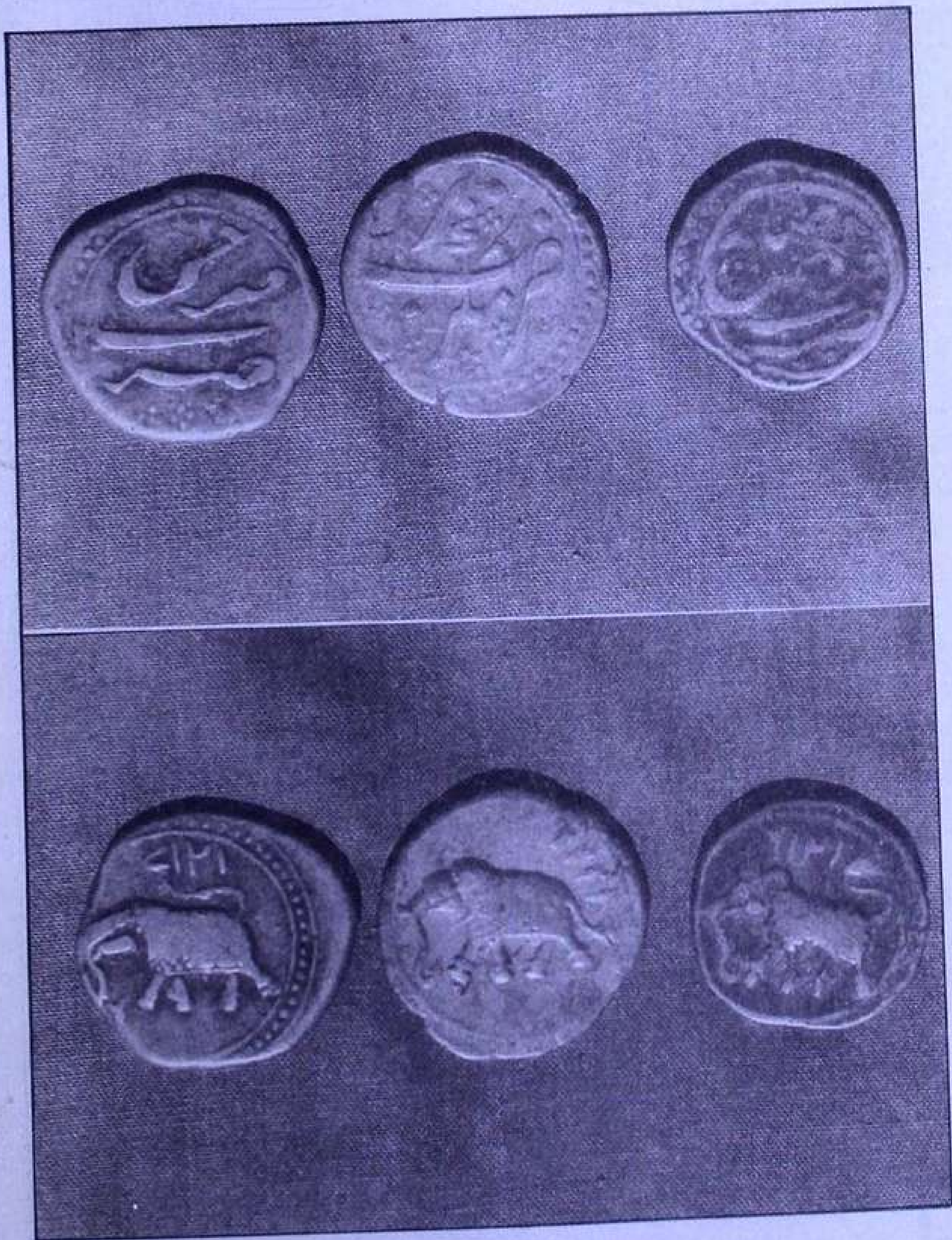
حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے سکے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر طرف گھٹا ٹوٹ اندھیرا چھایا ہوا تھا، بادل گرج رہے تھے، بجلیاں چمک رہی تھیں اور مسلسل بارش کے سبب چاروں طرف جل تھل ہو رہا تھا۔ ماحول اتنا پُراسرار اور ڈراؤنا ہوگیا تھا کہ دلیروں کے دل کانپ رہے تھے لیکن ایسے میں ایک نوعمر شہسوار ماحول سے بے خبر اور بے نیاز جنگل کی پگڈنڈی پر اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑائے جا رہا تھا۔ گھوڑے کے سُموں سے پانی دور تک اچھل رہا تھا اور اس کی تیز رفتاری کا پتہ دیتا تھا۔ جھاڑیوں کے درمیان اور گھنے درختوں کے نیچے سے گزرتے ہوئے یہ دلیر شہسوار کبھی کبھی اندھیرے میں چھپ جاتا تھا مگر آسمان پر چمکنے والی بجلیاں ایسا لگتا تھا کہ چمک چمک کر اسے یا تو راستہ دکھا رہی تھیں یا پھر چادر اور آہنی ٹوپی میں چھپا ہوا نوعمر چہرہ دیکھنے کے لئے بے تاب تھیں جسے نہ تو اندھیروں سے خوف آتا ہے اور نہ موسم کی سختیاں اس کا راستہ روک سکتی ہیں۔ اچانک بارش تھم گئی، بادل چھٹنے لگے اور شہسوار بھی اب جنگل سے نکل کر میدانی راستے کو طے کر رہا تھا۔ دیکھتے دیکھتے کالی گھٹاؤں کی چادر ہٹی اور آسمان پر چاند نظر آنے لگا۔

کمسن گھڑسوار نے گھوڑا دوڑاتے ہوئے سر سے چادر اور آہنی ٹوپی ہٹائی تو اچانک یوں محسوس ہوا جیسے زمین پر بھی ایک چاند اتر آیا ہے۔ چاند سے روشن چہرے اور عزم و ہمت والا یہ نوعمر شہسوار ٹیپو سلطان تھا جس نے برِصغیر میں وطن کی آزادی کا پہلا چراغ جلایا تھا اور وطن کی آن پر قربان بھی ہوگیا تھا۔

یہ اب سے کوئی دو صدی پہلے کی بات ہے...... جنوبی ہندوستان کی ایک ریاست میسور کی راجدھانی سرنگا پٹم پر انگریز فوجوں نے اپنے حامیوں کی مدد سے چاروں طرف سے دھاوا بول دیا تھا۔ میسور کی فوجیں قلعہ بند ہو کر دشمن سے لڑ رہی تھیں۔ ایسے نازک وقت میں ایک دلیر آزادی کا متوالا اور جانباز چند ساتھیوں کے ہمراہ قلعے کے ایک دریچے سے باہر نکل کر دشمن پر حملہ کرنے کے لئے بڑھا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ایک غدار میر صادق نے دریچے کو اندر سے بند کر دیا۔ اب وہ جانباز مجبور اور بے بس قلعے کے باہر کھڑا تھا، انگریزی فوج دندناتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ جانثاروں نے کہا کہ آپ خود کو انگریزوں پر ظاہر کر دیں، آپ کی جان بچ جائے گی مگر اس جیالے نے گرج کر کہا:

"شیر کی ایک دن کی زندگی، گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔"

اور بپھرے ہوئے شیر کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ اس نے کئی انگریز سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ لڑائی زور و شور سے جاری تھی۔ جسم زخموں سے چُور چُور تھا کہ اچانک ایک گولی سنسناتی ہوئی آئی اور اس سرفروش کے دل کے قریب لگی اور وہ شہید ہو گیا۔

وطن کی آزادی کے لئے آخری دم تک لڑنے والا یہ بہادر جانباز "شیر میسور" ٹیپو سلطان تھا جو واقعی شیر کی طرح دشمن کے خلاف میدان میں کودا اور ایک سپاہی کی طرح مر گیا۔

ٹیپو سلطان کے آبا و اجداد مکہ سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے تھے۔ ان کے جد امجد شیخ ولی محمد بغداد، پنجاب اور دلی سے ہوتے ہوئے گلبرگہ آئے اور اسی کو اپنا وطن بنا لیا۔ شیخ ولی محمد قریشی النسل تھے۔ ٹیپو سلطان کے پردادا محمد علی تھے جن کی شادی درگاہ حضرت خواجہ بندہ نواز کے ایک مجاور کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ ٹیپو سلطان کے دادا شیخ فتح محمد،

مہاراجہ میسور کی فوج میں بطور نائک ملازم ہو گئے اور ترقی کرتے کرتے بڑے عہدے پر پہنچ گئے تھے لیکن انہوں نے ابتداً نواب ارکاٹ کے پاس فوجی ملازمت کے ذریعے عزت و شہرت پائی۔ شیخ ولی محمد کے انتقال کے بعد سارا خاندان ریاست میسور میں بس گیا۔ یہیں ٹیپو سلطان کے والد حیدر علی پیدا ہوئے۔ حیدر علی کی پیدائش پر ایک نجومی نے پیشنگوئی کی تھی کہ وہ ایک بڑی ریاست کا تاجدار بنے گا۔ حیدر علی ۱۷۲۲ء میں بودی کوٹہ ضلع کولار میں پیدا ہوئے تھے۔

حیدر علی پانچ سال کے تھے کہ ان کے والد شیخ فتح محمد ایک لڑائی میں مارے گئے۔ اس ننھے یتیم پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے مگر خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ حیدر علی کے ایک چچازاد بھائی انہیں سرنگا پٹم لے آئے اور یہاں انہیں فوجی تعلیم دلوائی لیکن نامساعد حالات کے سبب وہ تعلیم حاصل نہ کر سکے۔ جس کا انہیں ساری عمر دکھ رہا۔ حیدر علی جب جوان ہوئے تو انہیں راجا کی فوج میں بھرتی کرا دیا گیا۔ حیدر علی بچپن سے نڈر، جری اور مہم جو طبیعت کے حامل تھے اور مہمات میں جوش و خروش سے حصہ لیتے تھے۔

ٹیپو سلطان کی پیدائش کا واقعہ بڑا دلچسپ ہے..... حیدر علی کی میر معین الدین گورنر کڑپہ کی بیٹی فخر النساء عرف فاطمہ بیگم سے شادی کو کئی سال گزر گئے تھے لیکن ان کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔ ان دنوں دکن کے علاقے آرکاٹ کے ایک بزرگ ٹیپو مستان ولی کی بڑی شہرت تھی۔ حیدر علی کو خدا کے نیک بندوں سے بڑی محبت تھی۔ چنانچہ وہ ایک دن اس بزرگ کی خدمت میں اپنی بیوی کے ساتھ جا پہنچے اور ان سے درخواست کی کہ وہ اولاد کے لئے دعا کریں۔ خدا کی کرنی ایسی ہوئی کہ کچھ عرصے بعد بنگلور کے ایک گاؤں ''دیون ہلی'' میں حیدر علی کے ہاں نومبر ۱۷۵۰ء میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ حیدر علی نے بزرگ ٹیپو مستان سے نسبت

اور عقیدت کی وجہ سے اس چہیتے بیٹے کا نام ٹیپو رکھا جو آگے چل کر "ٹیپو سلطان" کے نام سے مشہور ہوا اور جس نے برِصغیر میں آزادی کا اولین چراغ جلایا۔ ہندوستان کی تاریخ میں مُغل شہنشاہ اکبر کے بعد ٹیپو سلطان وہ دوسرا حکمران ہے جو ایک بزرگ کی دعاؤں کے سبب پیدا ہوا تھا۔ ٹیپو سلطان کی پیدائش حیدر علی کے لئے بڑی ہی مبارک ثابت ہوئی اور حیدر علی کے مقدر کا ستارہ بلند ہوتا گیا۔ جوں جوں ٹیپو بڑے ہوتے گئے ان کے والد کو ترقی ملتی گئی۔

سلطان حیدر علی، 1720ء 1782ء

پہلے حیدرعلی میسور کے راجا کی فوج میں صرف نائک تھے لیکن ٹیپو کی پیدائش کے ایک سال کے بعد وہ ڈنڈیگل کے صوبیدار ہو گئے اور جب ٹیپو سلطان پانچ سال کے ہوئے تو حیدرعلی کو فوج کا سپہ سالار بنا دیا گیا۔ یہ سب ان کی ذاتی قابلیت اور لگاتار محنت کا نتیجہ تھا۔

جب ٹیپو سلطان پانچ سال کے ہو گئے تو ان کی تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع ہوا۔ ان کو پڑھانے کے لئے اس وقت کے بہترین استادوں کو مقرر کیا گیا جو انہیں دوسرے علوم کے علاوہ عربی، فارسی، انگریزی اور فرانسیسی زبانیں بھی سکھاتے تھے۔ ٹیپو سلطان کی فوجی تربیت مثلاً شمشیرزنی، نیزہ بازی، گھڑسواری، تیراندازی، تیراکی اور جنگی مہارت کے لئے ماہر استادوں کی خدمات حاصل کی گئیں۔ ٹیپو سلطان بچپن سے ہی بڑے ذہین تھے۔ وہ خوب دل لگا کر پڑھتے تھے اور اسی طرح فوجی تربیت میں بے پناہ دلچسپی لیتے تھے۔ حیدرعلی خود ان پڑھ تھے مگر انہوں نے بیٹے کو خوب تعلیم دلائی اور بیٹے کو پڑھتا دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ حیدرعلی ٹیپو کے کمرے میں آئے تو ٹیپو کو ان کی آمد کا احساس تک نہیں ہوا کیونکہ وہ مطالعے میں مصروف تھا بیٹے کا یہ انہماک دیکھ کر حیدرعلی نے اطمینان کا سانس لیا اور ٹیپو کو خوب دعائیں دیں۔ انہوں نے پڑھائی کے ساتھ ساتھ ٹیپو سلطان کو فنونِ سپاہ گری اور فن لڑائی کی عملی تربیت بھی دی اور اکثر مہموں میں ٹیپو کو شریک رکھتے تھے۔ پندرہ سال کی عمر میں ٹیپو سپاہ گری کے تمام فن سیکھ کر بہترین سپاہی بن گئے تھے اور اس کے بعد ان کی ساری زندگی میدانِ جنگ میں گزری اور شمشیر بدست ہی مجاہد کی طرح موت کو گلے لگا لیا، لیکن ذلت اور غلامی گوارا نہیں کی۔

ٹیپو اتحاد بین المسلمین کا اولین داعی تھا جس نے اس حقیقت کو سب سے پہلے محسوس کیا کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کی نجات کا راز آپس کے اتحاد اور یگانگت میں پوشیدہ

ہے۔ حیدر علی اپنی بہادری اور بلند کردار کے سبب فوج میں ہر دلعزیز تھے۔ راجا کی رعایا بھی انہیں بہت چاہتی تھی۔ جب مرہٹوں نے ریاست میسور پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کرلیا تو حیدر علی نے تھوڑی سی فوج کی مدد سے مرہٹوں کو میسور سے نکال دیا اور ان کے ایک صوبے پر قبضہ کر کے اسے بھی راجا کے حوالے کر دیا جس کی وجہ سے ہر طرف ان کا طوطی بولنے لگا تھا لیکن میسور کا راجا حیدر علی کا احسان مند ہونے کے بجائے سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے سبب ان سے بدگمان ہو گیا۔ اس نے سوچا کہ کہیں یہ میرے تخت پر قبضہ نہ کرلے اور پھر حیدر علی کو راستے سے ہٹانے کے لئے مرہٹوں ہی سے امداد مانگی۔ کسی طرح حیدر علی کو اس سازش کا پتہ چل گیا اور جس رات انہیں گرفتار کیا جانے والا تھا وہ دریائے کاویری میں کود کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے اور بیوی بچوں کو سرنگا پٹم میں اللہ کے بھروسے پر چھوڑ دیا۔ اس وقت ٹیپو کی عمر دس سال تھی۔ کوئی معمولی آدمی ہوتا تو اس مصیبت کے وقت ہمت ہار بیٹھتا لیکن حیدر علی نے اپنے چند جانثاروں کو جمع کر کے میسور کی فوج کا مقابلہ کیا۔ راجا میسور اور اس کے وزیر کھنڈے راؤ کو شکست دے کر سرنگا پٹم پر مکمل قبضہ کرلیا اور اپنی خودمختار آزاد حکومت کا اعلان کر دیا۔ اس طرح وہ سپہ سالار سے میسور کے حکمران بن گئے اور ''سلطنتِ خداداد میسور'' کی بنیاد رکھی۔

ٹیپو سلطان پندرہ سال کے ہو گئے تو حیدر علی انہیں جنگی مہمات پر اپنے ساتھ لے جانے لگے۔ اس زمانے میں جنوبی ہندوستان میں چار طاقتیں تھیں۔ ایک انگریز جو تجارت کرنے آئے تھے مگر یہاں کے حاکم بن بیٹھے تھے، دوسرے مرہٹے، تیسرے ریاست حیدر آباد کے نظام اور چوتھے حیدر علی جو میسور (موجودہ کرناٹک) کے حکمران تھے۔ انگریز بڑے چالاک تھے۔ انہوں نے سوچا کہ اگر حیدر علی کی یونہی طاقت بڑھتی گئی تو ایک دن وہ

ٹیپو کی جوانی کی تصویر

مدراس پر بھی قبضہ کرلیں گے اور پھر کوئی تعجب نہیں کہ ہمیں ہندوستان سے ہی نکال دیا جائے۔ اس لئے انہوں نے مرہٹوں اور نظام دکن کو اپنے ساتھ ملالیا اور تینوں کی مشترکہ فوجوں نے مل کر میسور پر حملہ کردیا۔ حیدر علی بھی دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ انہوں نے اپنے سولہ سالہ بیٹے ٹیپو سلطان کو فوج کا ایک دستہ دے کر بنگلور اور بیدنور کی حفاظت کے لئے بھیج دیا۔

ٹیپو سلطان نے بنگلور شہر کا محاصرہ کرلیا۔ اتنے میں حیدر علی بھی مدد کو آپہنچے۔ باپ بیٹوں نے مل کر ایسا زبردست حملہ کیا کہ انگریزوں کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ ڈر کے مارے اپنا مال واسباب چھوڑ کر بھاگ گئے اور بمبئی جا کر ہی دم لیا۔ بنگلور میں انگریزوں کو شکست دینے کے بعد ٹیپو سلطان اپنی فوج لے کر مدراس کی جانب بڑھے۔ انگریزوں سے کئی لڑائیاں ہوئیں، بعض جگہ انگریزوں نے سخت مقابلہ بھی کیا لیکن ہر جگہ انہیں منہ کی کھانی پڑی۔ ٹیپو سلطان نے بہت سے قلعوں پر حملہ کر کے ان پر قبضہ کرلیا اور انگریزوں کا بہت سا علاقہ فتح کر کے دشمن کو تباہ کرتے ہوئے مدراس تک جا پہنچے۔ انگریزوں نے ڈر کر قلعہ

سینٹ جارج میں پناہ لے لی تو ٹیپو سلطان نے قلعے کا محاصرہ کرلیا۔ انگریز اب سمجھ چکے تھے کہ ٹیپو سلطان قلعے پر قبضہ کیے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ ادھر حیدر علی نے انگریزوں کے دوسرے علاقے میں گھس کر ان کو شکست پر شکست دی اور ایک بڑے علاقے پر قبضہ کرلیا۔ مدراس کے انگریز گورنر نے مجبور ہو کر اپنے ایک سفیر کو صلح کا پیغام دے کر حیدر علی کے پاس بھیجا۔ حیدر علی نے انگریزوں سے اپنی شرطیں منوا کر صلح کا معاہدہ کیا۔ میسور کی یہ پہلی جنگ چار سال تک جاری رہی اور آخرکار مارچ ۱۷۶۹ء میں معاہدۂ صلح طے پایا۔ اس جنگ میں ٹیپو سلطان نے بہادری کے ایسے کارنامے انجام دیئے کہ ان کی شہرت میں چار چاند لگ گئے۔

میسور کی پہلی جنگ کے کچھ عرصے بعد مرہٹوں نے پھر سر اٹھایا اور یہ سوچا کہ انگریزوں سے لڑائی کی وجہ سے حیدر علی کی طاقت کمزور ہو چکی ہے اس لئے ریاست پر آسانی سے قبضہ ہو سکے گا۔ یوں مرہٹوں نے ریاست میسور پر منظم منصوبہ بندی اور تیاری کے ساتھ چڑھائی کردی۔ حیدر علی نے صلح کی شرطوں کے مطابق انگریزوں سے مدد مانگی مگر انگریزوں نے اپنی عادت کے بموجب صاف انکار کر دیا۔ حیدر علی نے اکیلے ہی مرہٹوں سے مقابلے کی تیاری کی اور جیسے ہی مرہٹے ان کے علاقے میں داخل ہوئے وہ اپنا تھوڑا سا لشکر لے کر مقابلے پر جا پہنچے۔

مرہٹوں سے کئی لڑائیاں ہوئیں، جن میں حیدر علی کو شکست بھی ہوئی لیکن انہوں نے اپنا حوصلہ نہیں ہارا اور چھپ چھپ کر مرہٹوں پر حملے کرتے رہے۔ آخر مرہٹوں نے ایک ایسا زوردار حملہ کیا کہ حیدر علی اور ٹیپو سلطان بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر سرنگاپٹم پہنچے۔ قلیل مدت میں دوبارہ تیاری کر کے حیدر علی نے فوجیں اکٹھی کیں اور مرہٹوں پر شدت سے حملہ کر کے ان کے دانت کھٹے کر دیئے۔ آخر مرہٹوں نے تنگ آ کر حیدر علی سے

صلح کرلی۔ ٹیپو سلطان نے اس لڑائی میں جو تاریخ میں مرہٹوں کی چوتھی جنگ کے نام سے

ٹیپو جوانی میں گھوڑ اسواری کرتے ہوئے

مشہور ہے بڑا نام پیدا کیا۔ اب حیدر علی اور دوسرے تمام سرداروں کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ ٹیپو سلطان ایک تجربہ کار سپاہی اور سپہ سالار بن گئے ہیں۔

ٹیپو سلطان ایک مضبوط جسامت کے حامل تھے۔ ان کا رنگ گندمی، ناک خمدار، آنکھیں روشن، بڑی اور پُر آب تھیں، چہرے کے خدوخال نازک مگر باوقار تھے۔ ہاتھ پاؤں قد کے لحاظ سے متوازن تھے۔ گردن پر بل پڑتے تھے، ان کا قد پانچ فٹ آٹھ انچ تھا۔

ان کا لباس سادہ اور شرعی ہوتا تھا۔ داڑھی منڈواتے تھے، دستار پر سفید رومال، کمر کی پیٹی میں خنجر یا تلوار ہمیشہ باندھتے تھے، بڑی عمر میں ان کے سر پر بال کم ہو گئے تھے۔ طرزِ گفتگو شائستہ، ملائم اور شیریں ہوتا تھا۔ کبھی نازیبا کلمات یا فحش کلامی ٹیپو سلطان سے سرزد نہیں ہوئی۔ گفتگو میں متانت اور فکر نمایاں تھی۔

ٹیپو کی پاکیزگی، شرافت اور طہارت اس امر سے ثابت ہے کہ اکثر بزرگانِ دین، اولیاء کرام خصوصاً حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز، حضرت سعدی، حضرت عبدالرحمٰن جامی، حضرت بایزید بسطامی، حضرت خواجہ بہاؤ الدین ذکریا اور حضرت علی متعدد بار اس کے خواب میں آئے۔

حضورِ اکرم شفیع المذنبین، رحمت العالمین حضرت محمد ﷺ نے ٹیپو کو خواب میں بشارت دی اور دستار پہنائی تھی۔

ٹیپو علی الصبح بیدار ہوتا، نماز فجر کے بعد تلاوتِ قرآن میں مشغول رہتا۔ باغ میں شہزادوں کے ہمراہ چہل قدمی کرتا، ناشتے کے دوران خطوط لکھواتا، ناشتے میں خشک یا تازہ میوے اور دودھ استعمال کرتا۔ ناشتے کے بعد فوج کا معائنہ کرتا اور محل میں رپورٹیں سنتا، رات میں سونے سے قبل مطالعہ کرتا اور دن میں صرف دو وقت کھانا کھاتا تھا۔ اس کی غیرت وحمیت کا یہ عالم تھا کہ میسور کی بڑی لڑائی میں شکست اور بیٹوں کو انگریزوں کی تحویل میں دینے کے بعد قسم کھائی تھی کہ جب تک انتقام نہ لے لوں گا نہ چارپائی پر سوؤں گا اور نہ اچھا کپڑا پہنوں گا اور نہ اچھا کھانا کھاؤں گا اور اس کا یہ عمل شہادت تک جاری تھا۔

طبیعت میں رحمدلی، سخاوت، معافی اور درگزر کا عنصر نمایاں تھا، اسی سبب وہ اپنے دشمنوں، غداروں اور نمک حرام ساتھیوں کے ہاتھوں نقصان اٹھاتے رہے۔ اگر ٹیپو

بدرالزماں نائطہ، میر غلام علی، پورنیا اور میر صادق کو معاف کر کے عہدوں پر بحال نہ کرتا تو شاید سلطنتِ خداداد میسور کا خاتمہ نہ ہوتا اور مسلمانوں کی حکومت برقرار رہتی۔

نواب حیدرعلی نے ٹیپو کو ایک خط میں لکھا تھا "میرے بعد پورنیا، میر صادق علی اور میر غلام علی کو قتل کر دینا، ان کی نیتوں میں فتور ہے۔" یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ٹیپو کے یہ غدار کسی نہ کسی طرح ٹیپو سلطان کی شہادت کے دن ہی ذلت کی موت مارے گئے۔ لیکن پورنیا انگریزوں کی بروقت مدد سے بچا رہا۔

حیدرعلی اور ٹیپو سلطان اپنی ریاست میں بڑے ہی اطمینان سے رہ رہے تھے کہ پھر فتنے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک طرف تو انگریزوں نے نظام حیدرآباد کے ایک علاقے گنٹور پر قبضہ کر لیا دوسری طرف مرہٹوں میں نا اتفاقی ہوگئی۔

ان ہی دنوں ادھر یورپ میں انگریزوں اور فرانسیسیوں میں جنگ چھڑ گئی۔ ہندوستان میں بھی یہ دونوں قومیں آپس میں لڑنے لگیں۔ ہندوستان میں فرانسیسیوں کی بھی تجارتی کمپنیاں تھیں مگر ان کی طاقت انگریزوں کے مقابلے میں بہت کم تھی اور انگریز انہیں ہندوستان سے نکال باہر کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ حیدرعلی کے علاقے میں ایک بندرگاہ ماہی تھی، وہ فرانسیسی تاجروں نے لے رکھی تھی۔ انگریزوں نے اس پر حملہ کرنے کے لئے حیدرعلی کے علاقے سے فوجیں گزاریں۔ حیدرعلی کو سخت غصہ آیا اور انہوں نے انگریزوں کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ یہ حیدرعلی کی انگریزوں سے دوسری جنگ تھی اور یہ بھی انگریزوں نے خود ہی چھیڑی تھی۔

حیدرعلی نے اپنی فوج کو کئی حصوں میں تقسیم کر کے انگریزی علاقے پر حملہ کر دیا۔ ٹیپو سلطان پائیں گھاٹ کی طرف بڑھے اور تمام علاقے کو فتح کر لیا۔ ادھر حیدرعلی بہت سے

علاقوں کو فتح کرتے ہوئے کانجی ورم کے قریب جا پہنچے۔ ان کی فوج کے کچھ حصے مدراس کے اتنے قریب پہنچ گئے کہ لشکر گاہ سے اٹھنے والے آگ کے شعلے انگریزوں کو صاف نظر آتے تھے۔

حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے سخت حملوں سے گھبرا کر انگریزوں نے ایلچی بھیجا کہ صلح ہو جائے مگر حیدر علی اب انگریزوں کی مکاری سے اچھی طرح واقف ہو گئے تھے اس لئے انہوں نے صلح سے صاف انکار کر دیا۔ ایک طرف سے ٹیپو سلطان فوجیں لے کر انگریزوں کے مورچے توڑتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے اور دوسری طرف سے حیدر علی دشمن کو مسلسل شکست دے رہے تھے جس کی وجہ سے انگریز ڈر کے مارے مدراس کے قلعے میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے تھے...... ابھی انگریزوں سے لڑائیاں جاری تھیں اور ٹیپو سلطان مالا بار کے علاقے میں بغاوت کو دبانے میں مصروف تھے کہ ارکاٹ کے قریب ایک مقام نرسنگ رائن پیٹ پر حیدر علی بیمار پڑ گئے۔ بہت کچھ علاج ہوا مگر بیماری بڑھتی ہی گئی۔ آخر حیدر علی نے یہ دیکھ کر کہ اب بچنے کی کوئی امید نہیں ٹیپو سلطان کو خط لکھ کر بلا بھیجا۔ اس خط کے الفاظ یہ تھے:

''اپنی قیام گاہ اور ماحول کو مستعد اور اچھے لوگوں کے سپرد کر کے ہماری طرف لوٹ آؤ۔ لوازماتِ دولت پر اچھی طرح نگاہ رکھو اور مزید سپاہ کی ضرورت ہو تو لکھو۔ معاملاتِ خسروی میں تم آج سے خود مختار ہو، جس طرح چاہو کرو لیکن یاد رکھو کہ ایک لمحہ کی غفلت عمر بھر کے دکھ کا موجب بن جاتی ہے، کسی لمحہ بھی بے احتیاطی نہ برتو۔''

لیکن قاصد ابھی راستے ہی میں تھا کہ ۶ دسمبر ۱۷۸۲ء کو حیدر علی اس دنیا سے چل بسے۔ حیدر علی نے ۶۰ سال کی عمر پائی لیکن یہ عمر مہم جوئی، مسلسل جنگوں اور قیام و استحکام مملکت میں گزری۔ حیدر علی نے اورنگزیب عالمگیر کا دکن میں مرہٹوں کے مکمل خاتمے کا مشن

پورا کرنا چاہا لیکن حالات، وقت اور عمر نے وفا نہیں کی وگرنہ وہ مرہٹوں کو روند دیتا جو کہ سدا سے جنوبی ہند میں اسلام دشمن رہے ہیں اور آج بھی شیوسینا اور بال ٹھاکرے وہی کردار نبھا رہے ہیں۔

یہ حیدر علی ہی تھا جس نے مرہٹوں کا زور توڑا اور انگریزوں کو لگام لگا رکھی تھی۔

حیدر علی نے اپنے آخری لمحوں میں بھی دس ہزار فوج شمالی ارکاٹ اور پانچ ہزار نواح ارکاٹ میں حملہ کرنے کے لئے بھیجی۔ فوج کو ایک ماہ کی تنخواہ بطور انعام دینے کا حکم دیا اور محتاجوں میں نقدی اور کھانا تقسیم کروایا۔
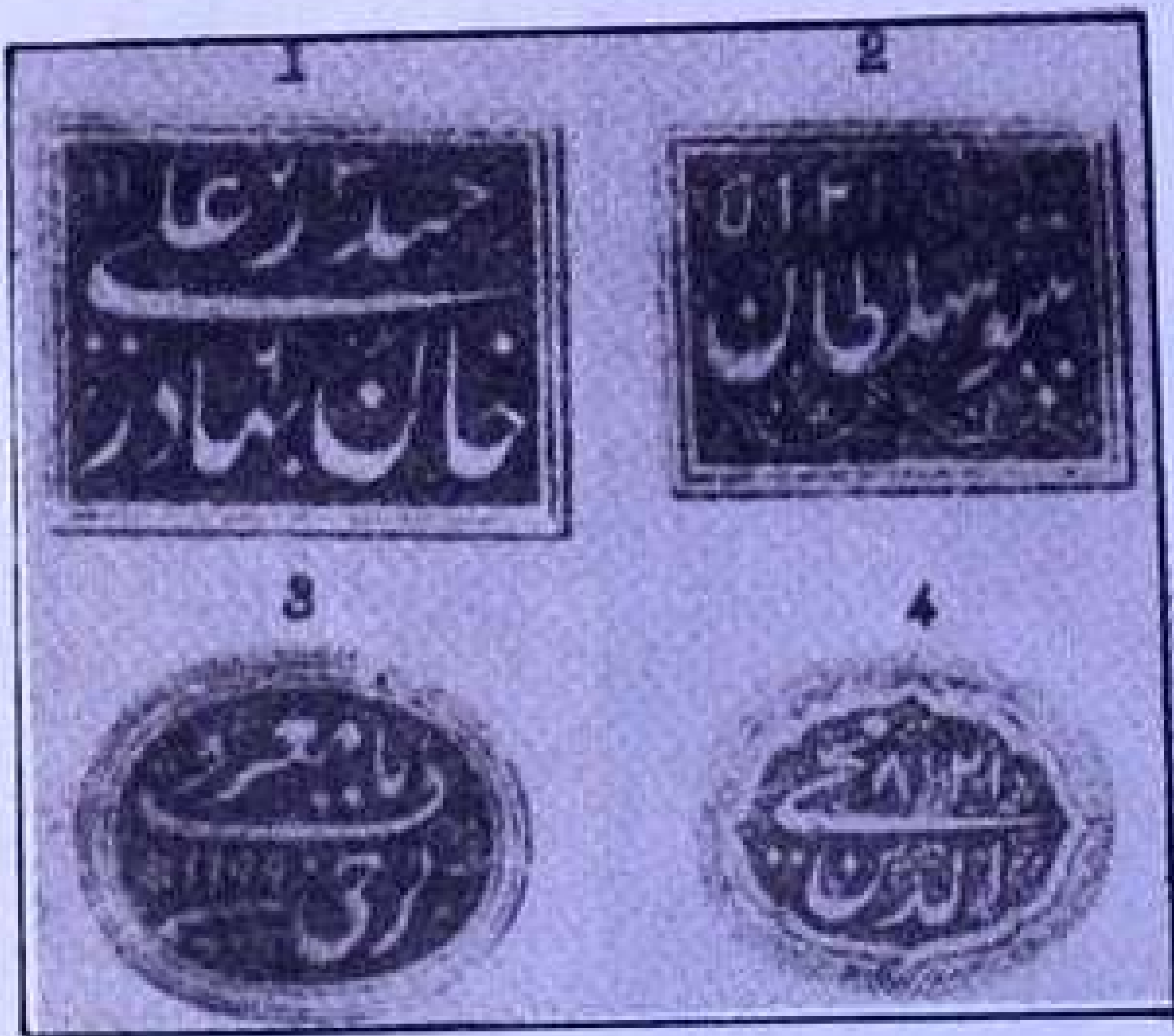
حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی مہریں

حیدر علی کے انتقال کی خبر ٹیپو سلطان کو میدان جنگ میں ملی۔ انہیں بے حد دکھ ہوا اور یہ خیال ستاتا رہا کہ کاش خدا ان کے والد کو اتنی مہلت دیتا کہ وہ اس وقت تک زندہ رہتے جب تک انگریزوں کو ہندوستان سے باہر نہ نکال دیتے لیکن ان کی یہ حسرت پوری نہ ہو سکی۔ اب ریاست چاروں طرف سے دشمنوں سے گھری ہوئی تھی۔ ان کے والد بڑے مشکل وقت میں ان کا ساتھ چھوڑ گئے تھے..... مگر بہادر مصیبتوں اور آزمائشوں سے کبھی نہیں گھبراتے۔ وہ ہر مشکل کا ہنستے کھیلتے مقابلہ کرتے ہیں۔ ٹیپو سلطان نے دل کو تسلی دی۔

رضائے الٰہی پر شاکر رہے اور ایک نئے عزم و حوصلے کے ساتھ مصیبتوں کا سامنا کرنے کا تہیہ کرلیا۔ ٹیپو سلطان کے چھوٹے بھائی شہزادہ محمد کریم شاہ کو کچھ دن کے لئے میسور کا حکمران بنادیا گیا اور جب ٹیپو دارالسلطنت واپس آئے تو شہزادہ کریم شاہ بڑے بھائی کے حق میں تخت سے دستبردار ہوگئے۔

ٹیپو کی جوانی کی ایک خیالی تصویر

۲۶ دسمبر ۱۷۸۲ء کو ٹیپو سلطان تخت پر بیٹھے۔ سرنگاپٹم کو دلہن کی طرح سجایا گیا۔ گھر گھر چراغاں ہوئے اور ایک شاندار جشن منایا گیا۔ میسور کے عوام نے خوشیاں منائیں اور تخت نشینی کی خوشی میں ٹیپو سلطان مہینہ بھر سخاوت کرتے رہے۔ سرداروں، امیروں اور

حکومت کے خیر خواہوں کو اکرام وانعام سے نوازا۔ فقیروں، غریبوں، محتاجوں اور یتیموں کو اتنا کچھ دیا کہ پھر انہیں مانگنے کی ضرورت نہ رہی...... ہمسایہ راجاؤں اور بادشاہوں کو تخت نشینی کی اطلاع بھیجی گئی۔ نظام حیدر آباد اور مرہٹوں کو ٹیپو سلطان نے خاص طور پر لکھا ہے:

''ہم ہندوستانی حکمرانوں کو آپس میں مل جل کر رہنا چاہئے۔ اگر ہم متحد رہیں تو کوئی بیرونی طاقت ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتی لیکن اگر ہم آپس میں لڑ جھگڑ کر کمزور ہو گئے تو پھر غیروں کو ہماری کمزوری سے فائدہ اٹھانے کی جرأت ہوگی۔ ہماری حکومتیں اسی صورت میں باقی رہ سکتی ہیں کہ ہم مل جل کر رہیں۔''

تخت نشین ہونے کے بعد ٹیپو سلطان نے اپنی رعایا کے نام جو پہلا فرمان جاری کیا اس سے ان کے نیک عزائم، رعایا کی خدمت کے جذبات اور اخلاص و ہمدردی کی عکاسی ہوتی ہے۔ فرمان کا کچھ مضمون یوں تھا۔ ''میں سلطان ٹیپو بحیثیت حکمران میسور سلطنت خداداد اس بات کو فرض منصبی سمجھتا ہوں کہ بلاتفریق مذہب و ملت اپنی رعایا کی اخلاقی اصلاح کروں گا۔''

ٹیپو سلطان کی تخت نشینی کے وقت ہر طرف افراتفری مچی ہوئی تھی۔ حیدر علی کے انتقال کی خبر سن کر چند علاقوں کے سرداروں نے بغاوت کر دی۔ مرہٹوں کا خطرہ الگ تھا اور انگریز ان کے دشمن تھے ہی مگر ٹیپو سلطان نے ہمت نہیں ہاری ایک ایک کر کے باغیوں کو ٹھکانے لگایا اور انگریزوں کا بھی بہادری سے مقابلہ کیا۔

انگریزوں نے ٹیپو سلطان کے ہاتھوں پے در پے شکست کھانے کے بعد یہ محسوس کر لیا تھا کہ اس دلیر و بہادر سپاہی پر قابو پانا بہت مشکل ہے۔ انہوں نے اسی میں بہتری سمجھی کہ ٹیپو سلطان سے صلح کر لی جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے دو افسروں کو بہت سے قیمتی تحائف دے کر صلح کے لئے بھیجا۔ یہ افسر بڑے چالاک اور موقع دیکھ کر بات کرنے والے

تھے اور ٹیپو سلطان کے مزاج کو پہچانتے تھے۔ انہوں نے کچھ ایسی چکنی چپڑی باتیں کیں کہ ٹیپو سلطان صلح کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ انگریزوں نے وعدہ کیا کہ وہ ان کے قیدیوں کو رہا کردیں گے اور ان کے علاقے بھی واپس کردیں گے۔ ٹیپو سلطان نے انگریزوں کو یقین دلایا کہ وہ بھی ان کے قیدی واپس کردیں گے۔ یہ بھی طے پایا کہ ٹیپو سلطان اور انگریز آئندہ آپس میں دوست ہوں گے اور ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔ اس طرح ایک مرتبہ پھر ٹیپو سلطان اور انگریزوں میں صلح ہوگئی۔

اب ٹیپو سلطان کے تین بڑے دشمنوں، مرہٹے، نظام حیدر آباد اور انگریزوں میں سے انگریزوں سے صلح ہو چکی تھی لیکن حقیقت میں انگریز دل سے ٹیپو سلطان کے ساتھ نہیں تھے بلکہ وہ در پردہ پہلے سے بھی زیادہ ان کے دشمن بن چکے تھے کیونکہ ان میں کھل کر ٹیپو سلطان کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ تھی۔ اب انگریزوں نے سازشوں کے جال مزید پھیلائے اور مرہٹوں اور نظام حیدر آباد کو ورغلانا شروع کردیا۔ مرہٹے اور نظام تو پہلے ہی ٹیپو سلطان کے خلاف تھے۔ انہیں اس بات کی پوری امید تھی کہ حیدر علی کے مرنے کے بعد انگریز سلطنت میسور کا خاتمہ کردیں گے لیکن جب انگریزوں کی ٹیپو سلطان سے صلح ہوگئی تو دونوں حسد کی آگ میں جل اٹھے۔ اس جلتی پر انگریزوں نے تیل ڈالا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مرہٹوں اور نظام حیدر آباد کے درمیان مارچ ۱۷۸۴ء میں ایک معاہدہ ہوگیا جس کا مقصد یہ تھا کہ میسور کا علاقہ فتح کر کے ٹیپو سلطان کو مار بھگائیں اور ریاست کو آپس میں تقسیم کرلیں۔ چنانچہ اس منصوبے کو پورا کرنے کے لئے پورے زور وشور سے جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں۔

آخر ایک دن دونوں فوجوں نے مل کر ٹیپو سلطان کے سرحدی قلعہ بادامی کا محاصرہ کرلیا اور مورچے بنا کر قلعے پر گولہ باری شروع کردی۔ قلعہ والوں نے نو مہینے تک حملہ آوروں کا مقابلہ کیا پھر تنگ آ کر ہتھیار ڈال دیئے۔ اس کے بعد حملہ آور قلعہ دھارواڑ کی

طرف بڑھے۔ قلعہ دار نے غداری کی اور رشوت لے کر قلعہ دشمنوں کے حوالے کر دیا۔ اس طرح تھوڑے ہی عرصے میں انہوں نے بہت بڑے علاقے پر قبضہ کر لیا۔

ٹیپو سلطان نے یہ حال دیکھا تو فوراً اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور فوج کو لے کر قلعہ ادھونی کی طرف بڑھے۔ اس قلعے کا حاکم نواب مہابت جنگ نظام حیدر آباد کا داماد تھا۔ ٹیپو سلطان نے اس کے پاس کہلا بھیجا کہ نظام ہم سے خواہ مخواہ دشمنی رکھتے ہیں اور مرہٹوں سے مل کر ہمارے علاقے پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ وہ صلح کر لیں لیکن اس نے ٹیپو سلطان کی ایک نہ سنی اور مقابلہ کرنے پر تل گیا۔ ٹیپو سلطان نے قلعہ اور شہر ادھونی پر قبضہ کر لیا مگر جب اسے یہ معلوم ہوا کہ مہابت جنگ کی بیوی بچے قلعے میں موجود ہیں تو اس نے اپنے سپاہیوں کو قلعے میں داخل ہونے سے منع کر دیا تاکہ قلعے میں نظام حیدر آباد کی بیٹی اور دوسری عورتیں محفوظ رہیں۔ ٹیپو سلطان کا خیال تھا کہ کہیں خواتین کی بے عزتی نہ ہو حالانکہ ان کے سردار کہتے اور اصرار کرتے رہے کہ قلعے پر قبضہ کرنے کا یہی بہترین موقع ہے مگر ٹیپو سلطان کی شرافت اس کی اجازت نہ دیتی تھی۔ چند روز بعد جب ساری عورتیں وہاں سے چلی گئیں تو ٹیپو سلطان نے قلعے پر حملہ کر کے بڑی آسانی سے چند گھنٹوں میں قبضہ کر لیا۔ اس طرح جو قلعہ چند گھنٹوں میں فتح کیا جا سکتا تھا وہ اٹھارہ دن بعد قبضے میں آیا مگر اس واقعے سے ٹیپو سلطان کا کردار واضح ہوتا ہے۔

ادھونی پر قبضے کے بعد ٹیپو سلطان نے مرہٹوں کی جانب توجہ کی۔ ان کی فوجیں قلعہ دھارواڑ کی جانب بڑھیں جو دریائے تنگ بھدرا کی دوسری جانب تھا مرہٹے پیچھے ہٹتے ہٹتے دریا کے پار اتر گئے تو ٹیپو سلطان نے بھی اپنی فوجوں کو دریا کے پار اتارا۔ دریا کے دوسرے کنارے پر مرہٹوں اور ٹیپو سلطان کی فوجوں میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں مرہٹوں کی ہار ہوئی اور وہ میدانِ جنگ سے فرار ہوگئے۔ اس کے بعد مرہٹوں اور نظام حیدرآباد کی مشترکہ فوجوں سے شاہ نور کے میدان میں مقابلہ ہوا۔ یہاں بھی انہیں منہ کی کھانی پڑی اور شاہ نور بھی ٹیپو سلطان کے قبضے میں آ گیا۔

جب سلطانی لشکر قلعہ دھارواڑ کی جانب بڑھ رہا تھا تو اس درمیان دریائے ''تنگ بھدرا'' میں شدید طغیانی آئی ہوئی تھی۔ دریا کو پار کرنے کے لئے سلطان نے کئی دن تک انتظار کیا مگر دریا کا پانی نہ اترا۔ بالآخر سلطان نے کہا ''یہ دریا گویا ہمارے دشمن کا ہراول دستہ ہے جو ہمارا راستہ روکے ہوئے ہے۔ اس میں ۲۱ گولے مارے جائیں۔'' شاید یہ حکم دیتے وقت سلطان کے ذہن میں حضرت عمر بن العاص ؓ کا وہ مشہور واقعہ تھا کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کا فرمان دریائے نیل میں پھینک دیا تو اس میں پانی جاری ہوگیا تھا۔

خدا کی قدرت دیکھئے کہ گولے پھٹتے ہی دریا میں پانی اترنا شروع ہو گیا اور چند گھنٹوں بعد ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کبھی طغیانی آئی ہی نہ تھی۔ اس ایمان افروز واقعے کا فوج پر بہت اچھا اثر پڑا اور اس نے اسے سلطان کی روحانی صلاحیت و کرامت قرار دیا۔ سپاہیوں کے حوصلے مزید بلند ہو گئے اور انہوں نے مرہٹوں کو مار بھگایا۔

ان چھوٹی چھوٹی لڑائیوں اور جھڑپوں کے بعد ٹیپو سلطان نے مرہٹوں کے خلاف ایک جگہ کھل کر مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا تاکہ ہار جیت کا ایک ہی بار فیصلہ ہو جائے۔ مرہٹوں نے بھی اس سے اتفاق کیا۔ چنانچہ دونوں طرف کی فوجیں ہتھیار سنبھالے پوری تیاری کے ساتھ میدانِ جنگ میں ایک دوسرے کے مقابل ڈٹ کر کھڑی ہو گئیں...... مقابلہ شروع ہوا۔ دونوں جانب کے سپاہیوں نے خوب بہادری کے جوہر دکھائے۔ دوپہر تک میدان جنگ مختلف ہتھیاروں، تلواروں کی جھنکاروں سے گونجتا رہا۔ ٹیپو سلطان کی فوج بڑی بے جگری سے لڑ رہی تھی، مرہٹوں نے جن کی کمان راجہ ہولکر اور ہری پنڈت سپہ سالار کر رہا تھا نے بھی کوئی کسر نہ چھوڑی مگر ٹیپو سلطان کی بہادر فوج کے سامنے ان کی ایک نہ چلی۔ مرہٹوں نے اپنا نقصان ہوتا دیکھ کر جان کی بازی لگا دی۔ ٹیپو سلطان نے بھی اپنے تمام لشکر کو عام حملے کا حکم دے دیا۔ یہ حملہ اس قدر بھرپور اور اچانک تھا کہ مرہٹوں کے ہوش اڑ گئے اور وہ تتر بتر ہو کر میدان سے جان بچا کر بھاگ نکلے۔ اس جنگ میں مرہٹے اپنے بیوی بچے بھی چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ ٹیپو سلطان نے شرافت اور رحمدلی سے کام لیا اور ان عورتوں اور بچوں کو عزت کے ساتھ پونا روانہ کر دیا۔ جاتے وقت عورتوں کو کپڑے اور زیورات بھی تحفے میں دیئے گئے۔ ٹیپو سلطان کے اس اچھے سلوک کا مرہٹوں پر بہت زیادہ اثر ہوا اور جب ٹیپو سلطان نے اپنا ایک سفیر صلح کا پیغام دے کر پونا بھیجا تو مرہٹے رضامند ہو گئے۔ یوں اپریل
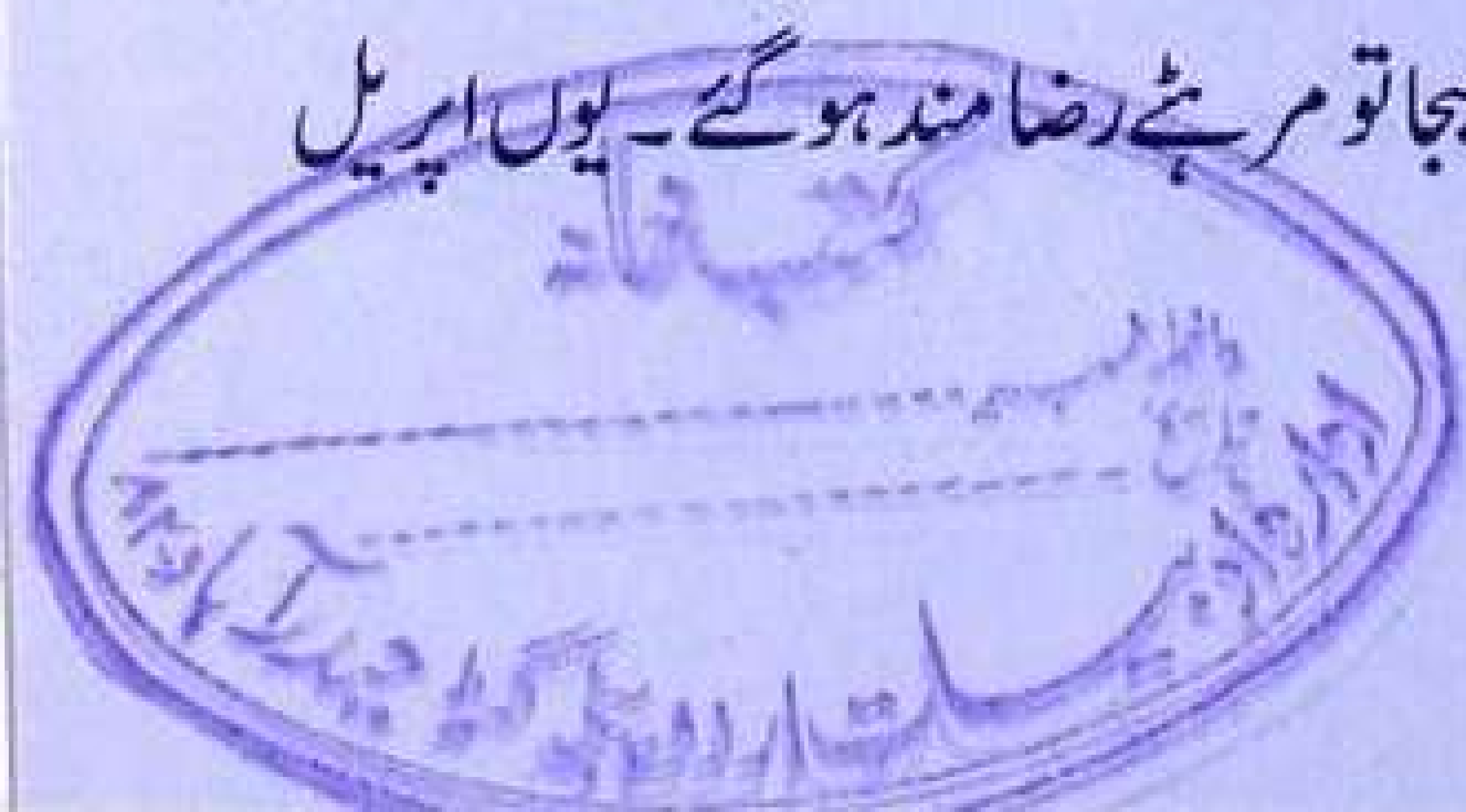
۱۷۸۴ء میں صلح نامے پر دستخط ہو گئے۔ جب نظام حیدرآباد نے دیکھا کہ مرہٹوں نے صلح کر لی ہے تو اس نے بھی صلح کا پیغام بھیجا جسے ٹیپو سلطان نے قبول کر لیا کیونکہ مرہٹوں سے صلح کا مطلب نظام حیدرآباد سے صلح کرنا تھا۔ اس طرح ۱۷۸۷ء میں اس چار سالہ جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔

ٹیپو سلطان اور انگریزوں میں صلح ہو چکی تھی۔ ایک دوسرے نے آپس میں جنگ نہ کرنے کا عہد کیا تھا مگر انگریزوں نے اس وقت مجبور ہو کر صلح کی تھی لیکن دراصل وہ موقع کی تلاش میں تھے کہ کوئی بہانہ ملے اور وہ ریاست میسور پر چڑھ دوڑیں۔ اسی دوران مالابار میں بغاوت ہو گئی لیکن ٹیپو سلطان نے اسے دبا دیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ مالار کی بغاوت میں پڑوس کی ریاست کوچین اور ٹرانکور کے راجا کا ہاتھ تھا۔ انہیں غصہ آ گیا اور وہ سیدھے کوچین کے قلعے کی طرف بڑھے۔ رات کی تاریکی میں انہوں نے دریا بھی پار کر لیا۔ ٹیپو سلطان سے مقابلے کی ہمت نہ پا کر دشمن نے ایک خطرناک چال چلی اور اس نے دریا کے پانی کا رخ قلعے کو جانے والے راستوں کی طرف موڑ دیا۔ اس طرح ٹیپو سلطان اپنی فوج سے کٹ گئے۔ اب دشمن ان پر ٹوٹ پڑا انہوں نے ہمت سے کام لیا اور کسی طرح تیر کر دریا پار کیا اور اپنی فوج سے جا ملے۔ راجا کو سبق سکھانا ضروری تھا اس لئے دوسرے دن صبح ٹیپو سلطان نے قلعے پر حملہ کر کے دشمن کو اس کی سازش کا خوب مزا چکھایا اور قلعے پر قبضہ کر لیا لیکن اس معرکے میں سلطان کے چار ہزار سپاہی کام آ گئے۔

راجا نے انگریزوں سے مدد مانگی اور انگریز بلا سوچے سمجھے ٹیپو سلطان سے مقابلے پر تل گئے حالانکہ معاہدے کے مطابق وہ ایک دوسرے کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھا سکتے تھے۔ انگریزوں کی اس بدعہدی کا ٹیپو سلطان کو بہت دکھ ہوا۔ وہ بھی انگریز جنرل میتھیوز کے مقابلے پر آ گئے اور

پھر اسے ایسی عبرتناک شکست دی کہ انگریزی فوج نے مدراس پہنچ کر ہی دم لیا۔

اس جنگ میں انگریز فوج کے متعدد مرد و عورت گرفتار ہوئے تو سلطان کو معلوم ہوا کہ ان میں کچھ ایسی مسلمان عورتیں بھی ہیں جو گوروں سے زنا کرتی ہیں تو انہیں قتل کر دیا گیا۔

جنرل میتھوز انگریزی فوج کا سپہ سالار تھا جس نے شکست کے باوجود ٹیپو کی عظمت و شرافت کا اعتراف کیا۔

ٹیپو کی تخت نشینی کے بعد کی تصویر

ٹیپو سلطان کے ہاتھوں زبردست شکستیں کھانے کے بعد انگریزوں کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ دن کا چین اور رات کی نیند حرام ہوگئی۔ وہ اکیلے تو ٹیپو سلطان کے مقابلے میں کبھی نہیں جیت سکتے تھے اس لئے گورنر جنرل لارڈ کارنوالس نے سازشوں کا نیا

جال تیار کیا اور اس نے ایک طرف تو مرہٹوں اور نظام حیدر آباد کو اپنے ساتھ ملا لیا اور دوسری طرف ریاست میسور میں اندرونی سازش کے جال پھیلا دیئے۔ انہوں نے ٹیپو سلطان کے دربار میں ایسے امیر اور وزیر تلاش کر لئے جو روپے پیسے کے لئے سلطان کے راز انگریزوں کو پہنچانے لگے۔ ان ضمیر فروشوں میں سید امام، لال خان بخش، میر قمر الدین، پورنیا، میر صادق، میر نذر علی، میر اسمٰعیل خان، میر معین الدین، میر غلام علی لنگڑا، میر امام الدین وغیرہ نمایاں ہیں۔ اس بار انگریزوں، مرہٹوں اور نظام نے اپنے طور پر زبردست تیاریاں کیں۔

غلام علی لنگڑا

تین دشمن بیک وقت ٹیپو سلطان پر حملہ کرنے والے تھے۔ جب تیاریاں مکمل ہو گئیں تو انہوں نے ایک لاکھ پندرہ ہزار متحدہ فوج کے ساتھ تین طرف سے میسور پر چڑھائی کر دی۔ تاریخ میں ان تینوں کا یہ اتحاد سلطان کے خلاف ''اتحادِ ثلاثہ'' کہلاتا ہے۔ ٹیپو سلطان کو خبر ہوئی تو انہوں نے بھی فوراً اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ میسور کی فوجوں نے ہر محاذ پر ایسا ڈٹ کر مقابلہ کیا کہ انگریزوں کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ میدان سے بھاگ نکلے۔

سینکڑوں مارے گئے اور سینکڑوں گرفتار ہوئے۔

دوسرے دن انگریزوں نے جھلاہٹ میں میسور کے ایک شہر بنگلور پر حملہ کر دیا۔ یہ سلطنت میسور کا دوسرا بڑا شہر اور اسلحہ سازی کا مرکز تھا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ دونوں طرف کے سینکڑوں سپاہی مارے گئے لیکن یہاں انگریزوں کی جیت ہوئی اور انہوں نے بنگلور پر قبضہ کر کے شہر کو جی بھر کر لوٹا۔ انہیں وہاں سے اتنا مال ہاتھ آیا کہ ہر سپاہی مالدار ہو گیا۔ شہر فتح ہو گیا تھا مگر بنگلور کا قلعہ فتح نہیں ہوا تھا۔ انگریزوں نے قلعے کی طرف توجہ کی اور اس پر گولہ باری کرنے لگے...... شاید انگریز قلعہ کو فتح نہ کر پاتے اور ہو سکتا تھا کہ انہیں شہر سے بھی باہر نکل جانا پڑتا لیکن بنگلور کے گورنر کشن راؤ نے غداری کی اور اس طرح بنگلور کا قلعہ انگریزوں کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ کشن راؤ انگریزوں سے ملا ہوا تھا اور لمحے لمحے کی خبریں انہیں پہنچاتا رہتا تھا مگر اس کی غداری کا ابھی تک کسی کو پتہ نہ چلا تھا۔ بنگلور پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا تو ٹیپو سلطان نے کشن راؤ کو سرنگا پٹنم بھیج دیا۔ کشن راؤ روپے کے لالچ میں اپنے وطن سے غداری کر رہا تھا اور اس کا بدلہ اسے ایک نہ ایک دن ضرور ملنا تھا۔

ایک دن میدانِ جنگ میں ایک جاسوس ٹیپو سلطان کے پاس پہنچا جو سرنگا پٹنم سے ان کی والدہ کا ایک پیغام لے کر آیا تھا۔ جاسوس نے بتایا کہ کشن راؤ انگریزوں سے ملا ہوا ہے۔ اس نے چند غداروں کے ساتھ مل کر ایسی سازش تیار کی ہے جس کے مطابق انگریز بہت جلد سرنگا پٹنم پر حملہ کرنے والے ہیں۔

شاید کشن راؤ کی اس نمک حرامی کا ابھی کچھ اور دنوں تک پتہ نہ چلتا اور شاید بنگلور کی طرح سرنگا پٹنم بھی انگریزوں کے قبضے میں چلا جاتا لیکن ہوا یہ کہ کشن راؤ کی بیوی کو اس کی نمک حرامی اور وطن دشمن حرکتوں کا پتہ چل گیا۔ وہ عورت بڑی نیک اور اپنے سلطان سے محبت کرنے والی وطن پرست تھی۔ اسے اپنے شوہر کی حرکتوں سے بے حد دکھ پہنچا اور وہ اس

سے نفرت کرنے لگی۔ آخر اس نے ایک دایا کے ذریعے جس کا نام گلاب تھا لیکن وہ بختاور کی ماں کے نام سے مشہور تھی کشن راؤ کے کالے کرتوت کی اطلاع ٹیپو سلطان کی والدہ کو دے دی۔ جنہوں نے جاسوس کے ذریعے ٹیپو سلطان کو آگاہ کیا...... ٹیپو سلطان کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ ہکا بکا رہ گئے۔ انہیں یقین نہیں آتا تھا کہ کشن راؤ بھی غداری کر سکتا ہے۔ وہ فوراً سرنگا پٹنم نہیں جاسکتے تھے، اس لئے انہوں نے اپنے سپہ سالار کو کچھ فوج دے کر کشن راؤ کو سزا دینے اور سرنگا پٹنم کا انتظام کرنے کے لئے روانہ کر دیا۔ کشن راؤ کو گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا اور عبرت کے لئے لاش بازار میں ڈلوادی گئی۔ ریاست میسور میں اس وقت تین دشمنوں نے تباہی مچا رکھی تھی۔ مرہٹوں اور نظام کی فوجوں نے کئی قلعوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ دوسری طرف انگریز مسلسل سرنگا پٹنم کی طرف بڑھ رہے تھے اور اس کا محاصرہ کر لیا تھا۔ ایسے نازک حالات میں بھی سرنگا پٹنم کے لوگوں نے بڑی بہادری سے حملہ آوروں کا مقابلہ کیا اور ہر بار انگریزوں کو مار مار کر پیچھے دھکیل دیا۔ دوسری طرف چھاپہ مار دستوں نے انگریزوں کے رسد و کمک پہنچنے کے تمام راستے بند کر دیئے۔

انگریزی فوج نے بیس روز تک سرنگا پٹنم پر قبضہ کرنے کی سر توڑ کوشش کی مگر اسے کامیابی نہ ہوئی بلکہ ان کے ہزاروں سپاہی مارے گئے۔ اس دوران انہیں کسی طرف سے رسد نہیں پہنچی تو فوج میں بھی کال پڑ گیا اور محاصرہ اٹھا لینے کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔ جس وقت بھوک کی ماری انگریزی فوج سرنگا پٹنم کا محاصرہ ختم کر کے واپس جا رہی تھی تو ٹیپو سلطان کے سرداروں نے انہیں مشورہ دیا کہ اگر اس وقت ان پر عقب سے ہلہ بول دیا جائے تو دشمن پھر کبھی سر نہیں اٹھا سکے گا لیکن ٹیپو سلطان کی غیرت نے یہ گوارا نہیں کیا۔ وہ دشمن کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے کو بزدلی سمجھتے تھے اور انگریزوں کو بچ کر نکل جانے کا موقع دے دیا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اگر ٹیپو نے حملہ کر دیا ہوتا تو انگریز فتنے کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ

ہو جاتا...... برسات کا موسم گزر گیا تو انگریزوں نے نظام کی فوجوں کی مدد سے پھر ایک مرتبہ سرنگا پٹنم پر چڑھائی کر دی۔

ٹیپو کی فوج کا ایک گھوڑ سوار

راستے میں ٹیپو سلطان کے قلعہ داروں نے غداری کی۔ کہیں انگریزی لشکر کا مقابلہ نہیں کیا گیا جس کے نتیجے میں دشمن نے سرنگا پٹنم کا محاصرہ کر لیا۔ اس دفعہ انگریزوں کو یقین تھا کہ وہ آسانی سے قلعہ کو فتح کر لیں گے۔ لیکن توقع کے خلاف ٹیپو سلطان کی فوج نے نہایت دلیری سے دشمن سے مقابلہ کر کے اس کے چھکے چھڑا دیئے۔ اسی دوران مرہٹہ فوج بھی انگریزوں سے آ کر مل گئی مگر اس کے باوجود وہ قلعہ فتح نہ کر سکے۔

دونوں طرف کی فوجوں میں ہر روز جھڑپیں ہوتی تھیں مگر کوئی فیصلہ نہ ہوتا تھا۔ اب صلح کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔ انگریز اچھی طرح جان چکے تھے کہ سرنگا پٹنم پر قبضہ کرنا اتنا آسان نہیں، ادھر ٹیپو سلطان کا بھی یہ خیال تھا کہ تین دشمنوں کا اکیلے مقابلہ کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ان کے وسائل گھٹتے جا رہے تھے۔ مرہٹے بھی انگریزوں پر ٹیپو سلطان سے

صلح کے لئے دباؤ ڈال رہے تھے۔ چنانچہ صلح کی بات چیت شروع ہوگئی اور بالآخر فروری ۱۷۹۲ء میں تین شرطوں پر صلح ہوگئی اور یہ طے پایا کہ:

(۱) ٹیپو سلطان تین کروڑ روپے سالانہ آمدنی والے اپنے علاقے انگریزوں، مرہٹوں اور نظام کے حوالے کر دیں۔

(۲) تین کروڑ روپے نقد، تاوانِ جنگ کے طور پر ادا کریں۔

(۳) اور جب تک تاوانِ جنگ کی یہ رقم ادا نہ ہوجائے اس وقت تک اپنے دونوں بیٹوں شہزادہ عبدالخالق اور شہزادہ معزالدین کو ٹیپو سلطان ضمانت کے طور پر انگریزوں کے سپرد کر دیں۔

شہزادوں کی حوالگی کا ایک منظر

ٹیپو سلطان کی غیرت ان شرائط کو گوارا نہیں کرتی تھی لیکن حالات سے مجبور ہو کر انہوں نے صلح نامے پر دستخط کر دیئے۔ سرنگا پٹنم سے محاصرہ اٹھا لیا گیا اور اس طرح میسور کی تیسری جنگ ختم ہوگئی۔

سرنگا پٹنم موجودہ شہر میسور کے قریب دریائے کاویری کا دراصل ایک جزیرہ ہے

جس کی لمبائی چار میل سے کچھ زیادہ اور چوڑائی سو میل ہے۔ سلطان نے اس کا نام تبدیل کر کے ظفر آباد رکھا تھا۔ سرنگا پٹنم کی بنیاد نویں صدی عیسوی میں پڑی تھی۔ عہد قدیم میں جنوبی ہند میں وجیانگر ایک عظیم ریاست تھی اور سرنگا پٹنم کا راجا وجیانگر کے ماتحت تھا۔ راجا نے ۱۴۵۴ء میں سرنگا پٹنم کا قلعہ تعمیر کروایا اور ۱۴۶۰ء میں اسے راجدھانی بنادیا۔ سلطنت خداداد میسور کے خاتمے یعنی ۱۷۹۹ء تک یہ دارالسلطنت رہا۔

۱۷۶۱ء میں جب نواب حیدر علی میسور کے قدیم راجا خاندان کو معزول کر کے برسر اقتدار آئے تو پھر حقیقی معنی میں سرنگا پٹنم کو عروج و شہرت ملی اور یہ سارے عالم کی نگاہوں میں آ گیا۔ حیدر علی نے قلعہ کو از سر نو مضبوط انداز میں تعمیر کروایا اور ٹیپو سلطان نے اس میں متعدد تبدیلیاں کیں۔ قلعے کے اندر دوسری فصیل اور خندق بھی تعمیر کر کے قلعے کو ناقابلِ تسخیر بنادیا اور سب سے بڑا تحفظ اسے دریائے کاویری سے حاصل تھا جو اس کے چاروں اطراف بہتا تھا۔
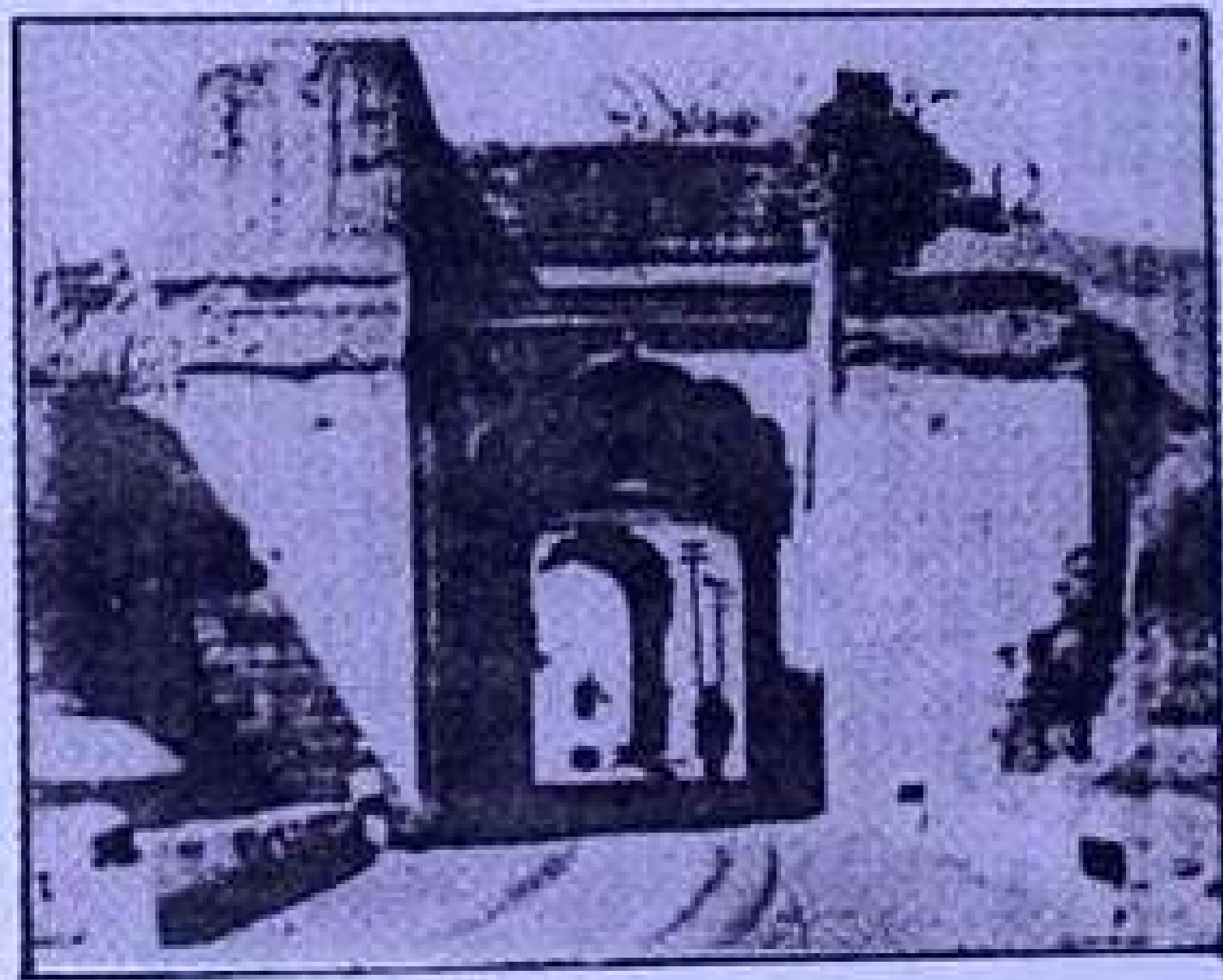
قلعہ سرنگا پٹنم کا مرکزی دروازہ

ٹیپو سلطان کے بارہ بیٹے تھے جن کے نام یہ تھے۔ شہزادہ فتح حیدر سلطان، شہزادہ معین الدین سلطان، شہزادہ عبدالخالق سلطان، شہزادہ معز الدین سلطان شہزادہ محمد سبحان

سلطان، شہزادہ شکر اللہ سلطان، شہزادہ غلام احمد سلطان شہزادہ غلام محمد سلطان، شہزادہ سرور الدین سلطان، شہزادہ محمد یسین سلطان، شہزادہ جامع الدین سلطان، شہزادہ معین الدین سلطان۔

شہزادہ معزالدین

شہزادہ عبدالخالق

۱۷۹۶ء میں تاوان کی ادائیگی کے بعد دونوں شہزادے واپس آئے تو ایک شاہانہ جشن منایا گیا۔ سلطان نے عوام کو اتحاد و اتفاق اور جہاد فی سبیل اللہ کی تلقین کی۔ اس موقع پر ننگ ناموس غدار میر صادق نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر سلطان سے وفاداری کی قسم کھائی تھی لیکن پھر بھی غداری سے باز نہ آیا۔

جعفر از بنگال ، صادق از دکن

ننگ آدم ، ننگ دیں ، ننگ وطن

جب ٹیپو سلطان کو ذرا فرصت ملی تو انہوں نے ملکی اصلاحات اور عوامی بہبود کی

طرف توجہ کی۔ اس وقت ریاست میں بہت سے چھوٹے بڑے جاگیردار تھے۔ ان جاگیرداروں کو ''پالی گار'' کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ اپنے اپنے علاقوں میں اپنی مرضی کے مالک تھے۔ انہیں اس بات کی اجازت تھی کہ وہ اپنے پاس فوج بھی رکھیں لیکن ضرورت کے وقت یہ فوج سرکار کے حوالے کردیں۔ جاگیردار اپنے اپنے علاقوں میں کسانوں سے جتنا جی چاہے لگان وصول کرتے اور جس چیز پر چاہتے ٹیکس لگا دیتے جس کی وجہ سے کسانوں کی حالت بڑی خراب تھی۔ وہ بہت کم زمین پر کاشت کرتے کیونکہ انہیں ہر وقت یہ ڈر لگا رہتا تھا کہ کہیں جاگیردار لگان کے بہانے ساری پیداوار ہی اٹھا کر نہ لے جائیں۔ کاشتکاروں کی بھلائی اور فائدے کے لئے کوئی قانون نہیں تھا۔ اس لئے وہ محنت سے کام بھی نہیں کرتے تھے جس کے سبب پیداوار بہت کم ہوتی تھی۔ یہ تو کھیتی باڑی کی حالت تھی...... تجارت کا حال اس سے بھی برا تھا کیونکہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر جاگیردار موجود تھے۔ اس لئے جب کوئی تاجر کسی جاگیردار کے علاقے سے گزرتا تو اسے محصول ادا کرنا پڑتا تھا۔ اس طرح دو تین جاگیروں سے گزرنے کے بعد محصول اتنا ہو جاتا تھا جتنی مال کی قیمت ہوتی۔ اس لئے تجارت کی جانب کم توجہ دی جاتی تھی۔

ٹیپو سلطان نے پہلا کام یہ کیا کہ تمام جاگیرداروں کی جاگیریں ضبط کرلیں پھر کسانوں کی بھلائی کے لئے قانون بنایا جس کی رو سے تمام زمین حکومت کی ملکیت قرار پائی۔ کسان سرکار کو مالیہ ادا کرتے۔ جب کوئی کسان کسی زمین کو کاشت کرتا تو وہ زمین اس سے کوئی نہیں چھین سکتا تھا۔ اگر کوئی بنجر زمین پر کاشت کرنا چاہتا تو زمین اسے دے دی جاتی تھی اور جب تک زمین آباد نہ ہو جاتی کوئی ٹیکس یا لگان وصول نہ کیا جاتا۔ کسانوں سے زمین کا لگان فصل کے بارہویں حصے کے طور پر لیا جاتا تھا۔ اچھی زمینوں کے ساتھ کچھ ناکارہ

زمین بھی بغیر لگان کسانوں کو دے دی جاتی۔ اس قانون کی وجہ سے ملک کے چپہ چپہ پر کاشت ہونے لگی اور کسان خوشحال ہو گئے۔

ٹیپو سلطان کے نزدیک بادشاہ اور عوام کے درمیان کسی وکیل کی ضرورت نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی ریاست میسور کے کسان دیگر علاقوں کے کسان کی طرح مصیبتوں کا شکار نہیں ہوئے۔ مختصر یہ کہ دکن کی سرزمین نے ایک ایسا شیر دل حکمران پیدا کیا جو وطن دوست ہونے کے ساتھ ساتھ کسان دوست بھی تھا۔ ٹیپو سلطان کی کسان دوستی کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے فرانسیسی انجینئروں سے کاویری ندی میں آبپاشی کی خاطر بند بنوایا اور ریاست میں زراعت کی ترقی کا ایک مکمل منصوبہ تیار کروالیا تھا مگر موت کے بے رحم ہاتھوں نے انہیں مہلت نہ دی۔ سلطان نے زراعت کی ترقی کے لئے نئے اوزار بنوائے اور جانوروں کی بیرون ملک سے مختلف نسلیں منگوا کر نئی اور طاقتور نسلیں تیار کیں۔ ایک طرف تو انہوں نے تجارت پر ناجائز ٹیکس معاف کر دیئے اور دوسری طرف صنعت و حرفت کو ترقی دینے کے لئے دستکاروں، کاریگروں اور تاجروں کی ہر طرح سے مدد کی۔ چھوٹی چھوٹی گھریلو صنعتوں کے لئے حکومت کی طرف سے مالی امداد دی جاتی تھی جس کی وجہ سے صنعت اور تجارت میں بہت ترقی ہوئی اور پیداوار میں اضافہ ہو گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے غریب کاشتکاروں، تاجروں اور دیگر ہنر مندوں کے لئے بہت سے ادارے اور بینک کھولے تھے۔ ان بینکوں میں لوگوں کا روپیہ لگا ہوا تھا اور اس روپے سے بینک تجارت کرتے تھے۔ منافع حصہ داروں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ ان بینکوں سے ضرورت مندوں کو بلاسود قرض بھی دیا جاتا تھا...... ٹیپو سلطان کی سلطنت میں شراب اور جوئے بازی کی سخت ممانعت تھی۔ تمام نشہ آور چیزوں کی تیاری اور فروخت پر پابندی لگا دی گئی تھی۔ ایسے سارے درخت بھی کٹوا دیئے گئے جن سے لوگ شراب بناتے تھے۔ اس عمل سے حکومت کا

لاکھوں روپے کا نقصان ہوا لیکن عوام کے اخلاق بگڑنے سے بچ گئے۔ ایک اور اہم کام انہوں نے یہ کیا کہ غیر ملکی چیزوں کی درآمد پر بھی پابندی لگادی تھی اور حکم دے رکھا تھا کہ ہر چیز اپنے ملک کی بنی ہوئی استعمال کی جائے تاکہ ملک کی دولت ملک ہی میں رہے۔

ٹیپو سلطان نے ناریل، صندل، ریشم، کالی مرچ اور چاول کی نئی اور اعلیٰ اقسام کی فصلیں روشناس کرائیں۔ یہی وجہ ہے کہ ریاست میسور کی ان اشیاء کو آج بھی دنیا میں بہترین اور معیاری تسلیم کیا جاتا ہے۔ ہاتھی دانت اور لکڑی کے منقش کام کو ٹیپو کے عہد میں خوب فروغ حاصل ہوا۔

ریاست کے امن و امان سے بھی ٹیپو سلطان بے خبر نہ تھے۔ پولیس کا انتظام نہایت اعلیٰ تھا۔ جرائم بہت کم ہوتے تھے کیونکہ اس کی ساری ذمے داری علاقے کے پولیس افسر پر ہوتی تھی اور جو نقصان ہوتا تھا وہ اس سے پورا کیا جاتا تھا۔ پولیس کے ہر ملازم کو باقاعدہ تنخواہ دی جاتی تھی۔ ہر تین سال کے بعد ترقی کے ساتھ انعام بھی دیا جاتا تھا۔

سلطان برصغیر کا وہ پہلا جرنل اور حکمران تھا جس نے ملک میں جمہوری نظام رائج کیا۔ اس نے ایک کیبنٹ بنائی جس کا نام "صدر الصدور رکھا"۔ اس کے تمام اختیارات وزراء کو سونپ دیے اور خود کی آئینی سربراہ کی حیثیت رکھی۔ کیبنٹ میں اٹھارہ وزیر ہوتے تھے اور یہ جس عمارت میں بیٹھتے تھے اسے اٹھارہ کچہری کہا جاتا تھا۔

سلطان نے مملکت میں عریانی وفحاشی اور غیر اسلامی رسم ورواج، خصوصاً پیدائش، موت اور شادی بیاہ کے موقع پر ہونے والی بے جا رسومات کے خاتمے کے لئے مختلف قوانین اور احکامات جاری کر کے ان پر سختی سے عمل کروایا۔

دیہاتوں میں پنچایت کا نظام قائم تھا جس کے تحت اکثر مقدموں کا فیصلہ گاؤں کے لوگ خود ہی کر لیتے تھے۔ بڑے مقدموں کے فیصلوں کے لئے ہندوؤں میں پنڈت اور مسلمانوں کے لئے قاضی مقرر تھے۔ ان مقدموں کی آخری اپیل ٹیپو سلطان کے پاس ہوتی تھی۔

ان دنوں غلامی کا رواج عام تھا۔ غلاموں پر بے حد ظلم کیا اور انہیں حقیر وذلیل سمجھا جاتا تھا۔ ٹیپو سلطان نے اس کے خاتمے کے لئے پورے ملک میں اعلان کر دیا کہ کوئی شخص کسی کو غلام نہیں رکھ سکتا، آئندہ کوئی شخص کسی کو بغیر تنخواہ ملازم نہیں رکھ سکتا۔ اس قانون نے ہزاروں مظلوموں کو ظلم وستم سے نجات دلائی اور اس سے بالخصوص نچلی ذات کی ہندو قوم کو بہت فائدہ پہنچا اور وہ اپنے سلطان کی مزید گرویدہ ہوگئی۔

ٹیپو سلطان نے ان اصلاحات کے علاوہ اپنی فوجی طاقت بڑھانے کی بھی تدبیریں کیں۔ تمام مشرقی ملکوں میں وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے جدید فن جنگ اور نئے نئے ہتھیاروں کی ضرورت کو محسوس کیا۔ ہندوستان کے وہ پہلے حکمران تھے جنہوں نے نہ صرف سمندری بیڑے کی اہمیت کو محسوس کیا بلکہ بحری اڈے قائم کرائے اور بحری جہازوں کی تیاری کے مراکز بھی قائم کئے گئے۔ جس وقت بحری بیڑا تیار کرنے کا حکم دیا گیا تو جہازوں کے نمونے بھی بھیج دیئے گئے تا کہ ان نمونوں کے مطابق جدید جہاز تیار کئے جائیں۔ جہازوں کے پیندوں کے واسطے خاص طور پر ہدایت کی گئی تھی کہ وہ تانبے کے بنائے جائیں

تاکہ زیرِ آب سمندری چٹانیں وغیرہ جہازوں کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ یہی نہیں بلکہ جہازوں کی لکڑی کے لئے ایک جنگل وقف کر دیا گیا۔ اسی طرح ٹیپو سلطان نے ریاست کی حدود میں اسلحہ سازی کے کارخانے بھی قائم کئے تاکہ ملک دوسروں کا محتاج نہ رہے۔ اسلحہ سازی کا ایک بڑا مرکز بنگلور بھی تھا۔ ٹیپو سلطان کی ساری عمر جنگ و جدال میں گزر گئی، خاص طور پر تخت پر بیٹھنے کے بعد تو ان کا سارا وقت آگ اور خون سے کھیلتے گزرا۔ اس کے باوجود انہوں نے عوام کی بھلائی اور ملک کی ترقی کے لئے بہت کچھ کیا۔

ٹیپو اتحاد بین المسلمین کا پُرجوش داعی اور ہمنوا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ سارے عالم کے مسلمان اخوت و یگانگت کی ایک ڈور میں بندھ جائیں تاکہ غیر اسلامی طاقتیں اسلام اور مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے تمام اسلامی ممالک کے حکمرانوں اور سربراہوں مثلاً شاہ افغانستان، سعودی عرب، سلطان ترکی وغیرہ کو خطوط لکھے اور فرانس کے نپولین بونا پارٹ کو انگریزی فتنہ کی سرکوبی کی طرف توجہ دلائی تھی۔

وہ خود کافی پڑھے لکھے اور تعلیم کی اہمیت سے واقف تھے۔ اس لئے ریاست میں جگہ جگہ مدارس کھولے۔ انہوں نے ''جامع الامور'' کے نام سے سرنگا پٹم میں ایک جامعہ (یونیورسٹی) قائم کی جس میں ہر قسم کے علوم اور فنون کی تعلیم ہوتی تھی۔ وہ علم و ادب کے شیدا تھے۔ ادیبوں، دانشوروں، مشاہیر، ہنرمند اور اہل علم و قلم کی قدردانی اور سرپرستی ان کا شعار تھا۔ فنون لطیفہ کو ان کے عہد میں خاصا فروغ ملا۔ ٹیپو سلطان رزم و پیکار کی جبری مصروفیتوں سے فارغ ہوتا تو بزم کی طرف آتا تو کتابیں اس کی دوست، ندیم و ہمنشین ثابت ہوتیں۔

ٹیپو دراصل ملت اسلامیہ کی بکھری ہوئی کتاب کی شیرازہ بندی کا عزم و ارادہ رکھتا تھا۔

ٹیپو سلطان نے ایک قیمتی کتب خانہ بھی قائم کیا تھا جس میں تقریباً دو ہزار نسخے قلمی

کتابوں کے موجود تھے۔کوئی پینتالیس سے زیادہ کتابیں خود ان کی نگرانی میں لکھی گئی تھیں۔ یہ کتابیں زیادہ تر فوجی اور دیوانی معاملات کے بارے میں تھیں۔ ان کی کتب بینی کا شوق یورپ کے بڑے بڑے کتابوں کے رسیا سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ فرصت کے اوقات میں کتابوں سے دل بہلانا ٹیپو سلطان کا بہترین مشغلہ تھا کیونکہ وہی ان کی بہترین دوست تھیں۔

ٹیپو نے فوجی انتظامات، بندوبست، تربیت اور دیگر امور کی انجام دہی کے سلسلے میں ایک فوجی اخبار جاری کیا تھا جسے دنیا کا سب سے اولین فوجی اخبار ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ فوجی اور سول انتظامی امور کے جو اصول ٹیپو نے رائج کیے تھے آج بھی دنیا میں اس پر عمل ہو رہا ہے۔

ٹیپو سلطان طبعاً اختراع اور ایجاد پسند واقع ہوا تھا۔ اس نے مختلف شعبہ جات زندگی میں چھوٹی بڑی اختراعات اور ایجادات کیں۔ ببری کپڑا اس کی خاص ایجاد ہے وہ خود اکثر اس کپڑے کی قبا پہنتا تھا۔ اپنا تخت بھی شیر کی صورت بنایا تھا۔ اس نے ایک باجا ارغنون بنوایا تھا جس کی شکل میں ایک شیر کو گورے یعنی انگریز سے لڑتے ہوئے دکھایا گیا یعنی ٹیپو بمقابلہ انگریز۔ اس کے بجانے پر شیر کی آواز نکلتی تھی۔ راکٹ کی ایجاد کا سہرا بھی ٹیپو کے سر ہے۔ ٹیپو سلطان نے اسلامی ناموں سے آراستہ خوبصورت سکے بنوائے، سالوں اور مہینوں کے قدیم غیر اسلامی ناموں کو اسلامی ناموں سے بدل دیا۔ اسی طرح سنہ ہجری میں بھی تبدیلی اور جدت لاکر اسے سنہ محمدی یا مولودی کا نام دیا۔ اپنی ریاست کے شہروں کے پرانے نام بدل کر نئے خوبصورت نام رکھے۔ مثلاً بنگلور کا دارالسرور، سرنگا پٹنم کا ظفر آباد، میسور کا نظر آباد اور منگلور کا جمال آباد وغیرہ۔

ذرا برِ صغیر کی تاریخ پر نظر ڈالیں اور یہ دیکھیں کہ کتنے بادشاہ اور کتنے حکمران ایسے گزرے ہیں جو ساری عمر پرچم اسلام کی سرفرازی اور آزادی کی برقراری کے لئے جنگ و جدل بلکہ جہاد کرتے رہے اور میدان جنگ میں دشمنوں سے لڑتے ہوئے زخموں سے چُور چور ہوکر موت سے ہم آغوش ہوئے۔۔۔۔ بادشاہ اور حکمران تو ایوانوں، قصروں، درباروں، محلوں، حرم سراؤں، تفریح گاہوں اور خوابگاہوں میں نظر آتے ہیں لیکن ٹیپو ایک ایسا حکمران تھا جو رات دن عوام کی فلاح و بہبود میں مصروف تھا اور سارے ہندوستان کی آزادی کی جنگ تن تنہا لڑ رہا تھا۔

ٹیپو سلطان یقیناً ایک غیر معمولی اوصاف والے انسان تھے۔ وہ علم دوست ہونے کے ساتھ ساتھ تلوار کے دھنی بھی تھے۔ ان کے جیسے جنگی سوجھ بوجھ اور مہارت والے حکمران اور سپہ سالار دنیا میں بہت کم پیدا ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ انہیں اب تک ''شیرِ میسور'' کہتے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ ٹیپو سلطان کو بچپن ہی سے شیر بہت پسند تھے۔ خود انہوں نے کئی شیر اور چیتے پال رکھے تھے جنہیں شکاروں میں استعمال کیا کرتے اور ان سے کھیلا کرتے تھے۔ بہادری اور شجاعت میں بے شک وہ بھی شیر سے کم نہ تھے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ٹیپو کے معنی ہی شیر کے ہیں۔ ٹیپو کے مزار پر شیر کی کھال نما کپڑا ہی چڑھایا جاتا ہے۔ ٹیپو کی بیشتر تلواروں پر شیر بنا ہوا ہے اور وہ شیر کی طرح جیا اور شیر کی طرح موت پائی اور اپنا آخری جملہ یعنی ''گیدڑ کی سوسالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے''۔

ٹیپو سلطان کی تلوار
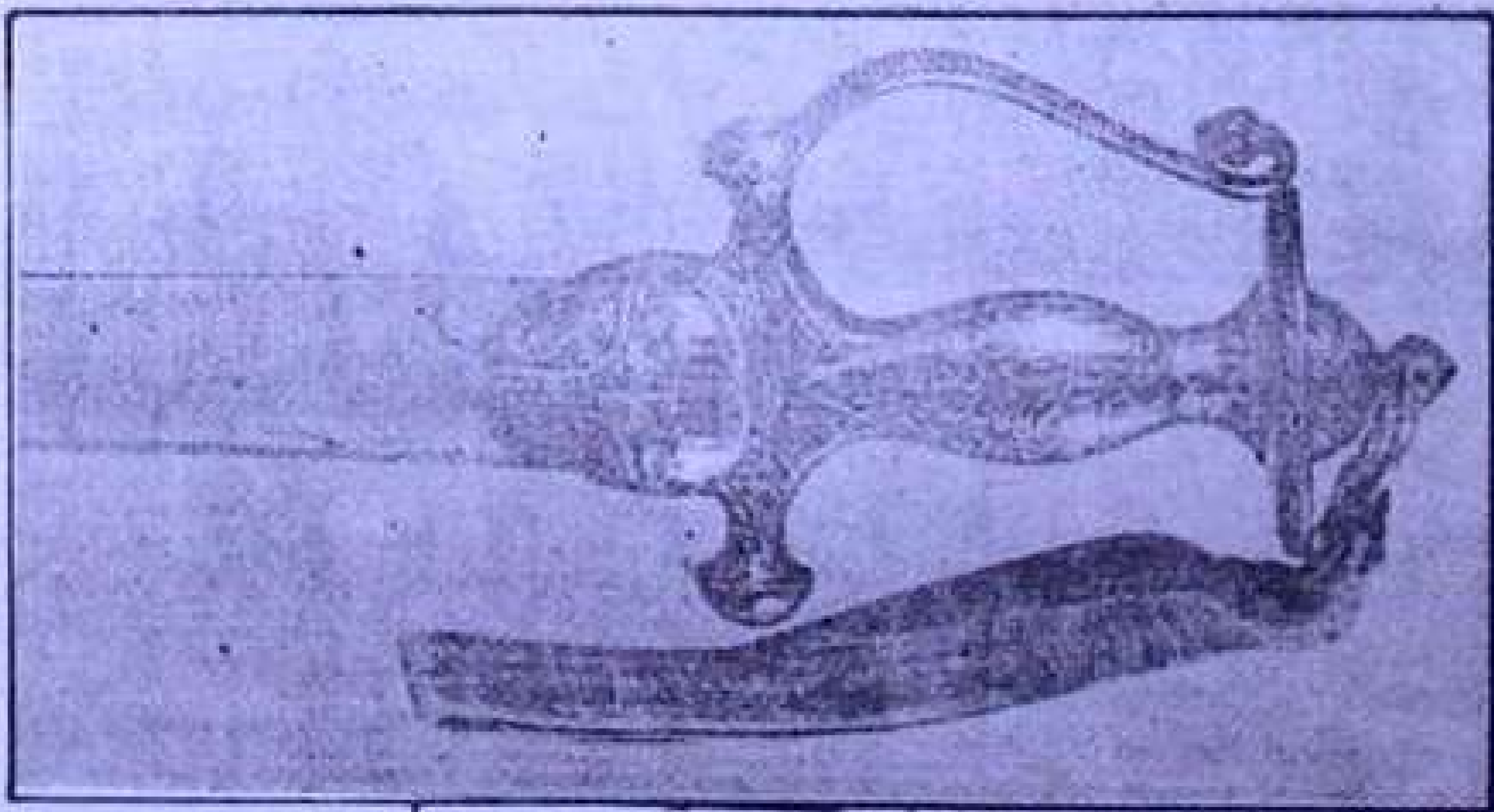
شہزادگی کے زمانے میں ایک دن وہ ایک فرانسیسی افسر کے ساتھ شیر کا شکار کھیلنے گئے ہوئے تھے کہ اچانک شیر وہاں آ گیا۔ فرانسیسی افسر نے جلدی سے بندوق اٹھائی اور نشان لے کر گولی چلانے والا ہی تھا کہ ٹیپو نے بندوق چھین کر ایک طرف پھینک دی۔ شیر نے ان دونوں پر حملہ کر دیا مگر اس سے پہلے کہ وہ کوئی نقصان پہنچاتا، ٹیپو سلطان تلوار لے کر اس پر ٹوٹ پڑے اور دم بھر میں شیر کو ڈھیر کر دیا۔ اکیلے شیر سے لڑنے والے ٹیپو سلطان اتنے ہی رحمدل، ہمدرد اور انصاف پسند بھی تھے۔ وہ ہندو مسلم اتحاد اور بھائی چارگی کا جیتا جاگتا نمونہ تھے۔ رواداری اور مساوات کا یہ عالم تھا کہ وہ ہندو اور مسلمان کو اپنی دو آنکھیں سمجھتے تھے چنانچہ ان کے دربار میں بہت سے امیر، وزیر اور عہدے دار ہندو تھے، پورنیا جوان کا بدترین دشمن تھا، وزیر مالیات تھا۔ اسی طرح کشن راؤ اور کھنڈے راؤ سرنگا پٹنم اور بنگلور کے قلعوں کے حاکم تھے۔ انہیں اپنی ہندو رعایا کا اتنا خیال تھا کہ انہوں نے خود اپنی ملکی زبان میں اس وقت کے شنکر آچاریہ کے خط کا جواب دیتے ہوئے اپنے ملک کی بھلائی اور ساری دنیا کی بہتری کی دعا چاہی تھی اور سوامی جی کو لکھا تھا کہ آپ میسور جلد واپس آ جائیں کیونکہ بزرگوں کے قدم کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور فصل اچھی ہوتی ہے۔ ایک اور موقع پر سوامی جی کو کہلا بھیجا کہ ہم آج کل دشمن کی سرکوبی میں مصروف ہیں جس نے ہمارے ملک پر حملہ کیا ہے اور ہماری رعایا کو لوٹ رہا ہے۔ چونکہ عوام کی بھلائی کا خیال رکھنا آپ کا فرض ہے اس لئے ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ دعا کریں کہ سارے دشمن شکست کھا کر بھاگ جائیں تا کہ ہمارے ملک کی تمام رعایا خوشی اور چین سے رہے۔ ٹیپو سلطان کی مساوات کی پالیسی کا ایک بڑا ثبوت سرنگا پٹنم میں ان کی تعمیر کردہ مسجد اعلیٰ سے ملحقہ میدان میں کھڑا عظیم الشان مندر فراہم کرتا ہے۔ یہ دونوں عمارتیں ایک ہی احاطہ میں واقع ہیں۔

سلطان سچا مسلمان تھا جو ہمیشہ شرع وسنتِ رسول اللہ ﷺ کا پابند رہا۔ تقویٰ، زہد اور پرہیز گاری وانصاف پسندی اس کے اوصاف تھے۔ شرم وحیا وغیرت اور خودداری اس کی ترجیحات تھیں۔ مشہور مصنف میر حسین علی کرمانی اپنی کتاب میں سلطان کی حیا وشرم کے بارے میں یوں لکھتے ہیں ''سلطان اس قدر کامل الحیا تھے کہ سوائے اس کے پیر کے ٹخنوں اور کلائیوں کے اس کے جسم کو کبھی کسی نے برہنہ نہ دیکھا۔ یہاں تک کہ حمام میں بھی وہ اپنے تمام جسم کو چھپائے رکھتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد اس اعتبار سے سلطان کی دوسری حیرت انگیز مثال تھی۔'' سلطان دینی احکامات پر عمل پیرا تھا۔ ہر روز بلا ناغہ بعد نماز فجر تلاوت قرآن مجید کرتا تھا۔ نماز کا تو اس قدر پابند تھا کہ خود اس کی تعمیر کردہ مسجد اعلیٰ کے افتتاح کے وقت یہ طے ہوا کہ مسجد میں پہلی نماز وہ پڑھائے جو صاحبِ ترتیب ہو یعنی جس کی کوئی نماز قضاء نہ ہوئی ہو۔ بڑے بڑے علماء، مذہبی رہنماء اور مشائخین وہاں موجود تھے لیکن کوئی بھی صاحب ترتیب نہیں تھا۔ اس پر مجبوراً سلطان نے خود کو ظاہر کرتے ہوئے کہا ''الحمد اللہ میں صاحبِ ترتیب ہوں۔'' اور سلطان نے پہلی نماز کی امامت فرمائی۔

مسجد اعلیٰ کی تعمیر کا بھی ایک ڈلچسپ واقعہ ہے کہ ٹیپو بچپن میں مسجد کی جگہ پر ہم عمروں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ ایک بزرگ فقیر کا ادھر سے گزر ہوا۔ وہ ٹیپو کو دیکھ کر رک گئے اور ٹیپو سے کہا کہ وہ ایک دن اس علاقے کا بادشاہ بنے گا اور جب بادشاہ بن جائے تو یہاں مسجد تعمیر کرنا۔ اس طرح یہ مسجد تعمیر ہوئی جو ٹیپو کے محل کے قریب تھی۔ ٹیپو کی موت کے بعد انگریزوں نے مسجد کو لوٹا اور یہاں بھی قتل وغارت گری سے باز نہیں آئے جس کے نشانات آج بھی مسجد کے اوپری حصے میں موجود ہیں۔ مسجد اعلیٰ کی بنیاد ۱۲۰۲ھ میں رکھی گئی تھی۔ ٹیپو پانچوں وقت کی نماز یہیں ادا کرتا تھا اور مسجد میں عام راستے کے بجائے مخصوص

عقبی راستے سے (یہ راستہ اب بند کر دیا گیا اور سنگی سیڑھیاں نکال دی گئی ہیں۔) مسجد میں داخل ہوتا تھا تاکہ نمازیوں کی عبادت میں خلل نہ ہو۔ مسجد اعلیٰ بنگلوری دروازے کے مقابل واقع ہے۔

ہمیں قدیم دور میں ٹیپو سے زیادہ کوئی اور محب وطن نظر نہیں آتا۔ ٹیپو نے ساری عمر دیسی کپڑا، نمک اور دیگر اشیائے ضرورت ہی استعمال کیں اور عوام کو بھی اس امر کی تلقین کی تھی۔

مغربی متعصب مورخین نے ٹیپو پر یہ الزام بھی لگایا کہ وہ جابر، ظالم، غیر انصاف پسند حکمران تھا جس نے ہندو رعایا پر ظلم وستم ڈھائے جبکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ٹیپو نے اپنی ہندو رعایا کو زیادہ سے زیادہ مراعات اور سہولتیں فراہم کیں۔ انہیں مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی بلکہ سلطان نے تو ایک فرمان کے ذریعے اپنی رعایا کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے آبائی مذہب کو تبدیل نہ کریں۔ اس فرمان کے پیچھے ٹیپو کی مصلحت اور دور اندیشی بھی کارفرما تھی کیونکہ انگریز مشنری ہندوؤں خصوصاً علاقہ کورگ کے لوگوں کو عیسائی بنا رہے تھے۔

ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ ٹیپو سلطان کی غیرت اور خودداری کا یہ عالم تھا کہ میسور کی تیسری جنگ کے بعد انہیں مجبور ہو کر صلح کرنی پڑی اور انگریزوں کو ایک بڑا علاقہ اور اپنے دو بیٹے بطور ضمانت دینے پڑے تو اس دن سے لے کر شہادت کے دن تک وہ چارپائی پر

نہیں سوئے۔ زمین پر کھدر کے ایک موٹے کپڑے کو بچھا کر سوتے تھے اور قسم کھائی تھی کہ جب تک انگریزوں کو ملک سے نکال باہر نہ کریں گے چارپائی پر سونا حرام ہے۔

اگر اپنوں نے غداری نہ کی ہوتی تو ٹیپو سلطان ضرور انگریزوں کو ہندوستان سے باہر نکال کر ہی دم لیتے۔ اپنوں کی معمولی سے معمولی غداری وہ کام کرتی ہے جو دشمن کی بڑی سی بڑی طاقت نہیں کر سکتی۔ ان کے بہترین دوست انگریزوں سے ملے ہوئے تھے۔ چنانچہ یہی ہوا:

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ٹیپو کی شکست دراصل ہندوستان کی آزادی کا مکمل خاتمہ تھی۔ ٹیپو نے اپنے غداروں سے کہا تھا کہ ''اگر تمہارا یہ عمل جاری رہا تو بہت جلد وہ وقت آئے گا جب تم لوگ چاول کے ایک ایک دانے اور پیاز کی ایک ایک گٹھی کو ترسو گے۔'' اور ٹیپو کی یہ پیشن گوئی درست ہوئی اور آج کے عوام واقعی ان اشیاء کے لئے ترس رہے ہیں۔ برِصغیر کی آئندہ نسلیں ٹیپو کو ہمیشہ یاد اور عزیز رکھیں گی لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ جس مقصد کے لئے ٹیپو نے اپنی جان دی تھی ہم اسے آج تک حاصل نہیں کر سکے۔

اگر ٹیپو سلطان کے امیروں اور وزیروں نے حکومت اور دولت کی لالچ میں قدم قدم پر دھوکا نہ دیا ہوتا، اگر مرہٹے اور نظام ٹیپو سلطان کی بات مان لیتے تو ہندوستان کو ڈیڑھ سو سال تک انگریزوں کی غلامی نہ کرنی پڑتی۔

انگریزوں، مرہٹوں اور نظام حیدر آباد سے صلح ہونے کے بعد ٹیپو سلطان بے فکر ہو کر سلطنت کا انتظام کرنے میں مصروف تھے۔ تاوان کے تین کروڑ روپے ادا کر دیئے گئے اور شہزادے بھی واپس آ گئے تھے کہ اچانک ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے حالات کا رخ پھیر

دیا اور پھر میسور پر جنگ کے بادل چھانے لگے۔

ہوا یہ کہ انگلستان میں ہندوستان کے انگریز گورنر جنرل سر جان شور کی مخالفت بہت بڑھ گئی اور انہیں واپس انگلستان بلا کر لارڈ ولزلی کو نیا گورنر جنرل بنا کر بھیجا گیا۔ یہ شخص بہت چالاک، مکار اور جوڑ توڑ کا ماہر تھا۔ اس سے پہلے والے گورنر جنرل بھی کم نہ تھے مگر یہ ان سب سے دو ہاتھ آگے تھا۔ اس نے ہندوستان کی رہی سہی آزادی بھی ختم کر دی۔

ولزلی نے ہندوستان آتے ہی مرہٹوں اور نظام کو سبز باغ دکھا کر اپنے ساتھ ملالیا اور ان سے وعدہ لے لیا کہ اگر ٹیپو سلطان سے جنگ چھڑی تو وہ انگریزوں کی مدد کریں گے۔ ایک طرف تو ولزلی ٹیپو سلطان کے خلاف یہ ساز باز کر رہا تھا اور دوسری طرف ٹیپو سلطان کے ساتھیوں، امیروں، درباریوں اور وزیروں کو رشوتیں دے کر نمک حرامی پر آمادہ کر رہا تھا۔ یہ ٹیپو سلطان کی بدقسمتی تھی کہ وہ ساری عمر غداروں اور نمک حراموں کو پہچان نہ سکے۔ اپنے والد حیدر علی کی طرح ان میں دوست اور دشمن کی پہچان بالکل نہ تھی۔ وہ بہت سادہ لوح انسان تھے۔ ان کے دربار میں ہمیشہ سازشیوں اور وطن فروشوں کا جمگھٹا لگا رہا اور وہ ان سے کبھی چھٹکارا نہ پا سکے۔ ٹیپو سلطان کو جس قدر شکستوں اور ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑا ان کا سبب یہی آستین کے سانپ تھے۔

ولزلی نے بہت جلد ٹیپو سلطان کے دربار میں اپنے مطلب کے آدمی ڈھونڈ لئے اور پھر پل پل کی خبریں اس تک پہنچنے لگیں۔ ان غداروں کے سرغنے میر صادق، پورنیا اور بدرالزماں ناظہ تھے۔ ٹیپو سلطان ان تمام سازشوں سے بے خبر تھے۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ ان کا نمک کھانے والے ہی ان کی جڑیں کاٹ رہے ہیں...... انھی دنوں ٹیپو سلطان اور فرانس کی حکومت میں یہ سمجھوتہ ہوا کہ ضرورت پڑنے پر فرانس ٹیپو سلطان کی فوجی مدد کرے گا۔ وہ

ایک آزاد اور خودمختار ریاست کے حکمران تھے اور اپنی ریاست کی حفاظت وترقی کے لئے کسی سے بھی سمجھوتہ یا معاہدہ کرنے کا حق رکھتے تھے لیکن انگریزوں نے یہ خبر سنی تو ان کے سینے پر سانپ لوٹ گیا۔ ولزلی کو میسور پر چڑھائی کا بہانہ ہاتھ آ گیا۔ اس نے ٹیپو سلطان کو لکھا:

''فرانسیسی ہمارے دشمن ہیں، آپ نے ان سے جو سمجھوتہ کیا ہے مجھے اس کی اطلاع مل چکی ہے۔ میں ایک انگریز میجر کو آپ کے پاس بھیج رہا ہوں، اسے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ انگریزوں کی حفاظت کے لئے آپ کی سلطنت کے کچھ علاقے مانگے۔''

ظاہر ہے کہ غیرت دار اور وطن پرست ٹیپو سلطان ولزلی کی یہ بات کیسے مان سکتے تھے؟ انہوں نے صاف جواب دے دیا۔

ٹیپو کی گھڑ سوار فوج کا ایک مسلح سپاہی

ولزلی کے لئے اتنا بہانہ کافی تھا۔ فروری ۱۷۹۹ء میں انگریزی فوجوں نے نظام

حیدر آباد کی فوج کی مدد سے میسور پر چڑھائی کردی۔ وطن فروشوں کو پہلے ہی خرید اجا چکا تھا۔ راستے میں انگریزوں کا کسی جگہ ڈٹ کر مقابلہ نہیں کیا گیا اور وہ بغیر کسی رکاوٹ ریاست کے اندر بڑھتے گئے۔ دوسری طرف ٹیپو سلطان کو اس حملے سے بے خبر رکھا گیا۔ غدار میر صادق اور پورنیا نے انگریزوں کے حملے کی ٹیپو سلطان کو اس وقت تک اطلاع نہ ہونے دی جب تک کہ حالات قابو سے باہر نہ ہوئے اور جب ٹیپو سلطان کو اطلاع ہوئی تو پانی سر سے اونچا ہو چکا تھا مگر اس پر بھی انہوں نے ہمت نہ ہاری۔ ٹیپو سلطان لشکر لے کر بڑی تیزی سے انگریزوں کے مقابلے کو بڑھے۔ چند ایک جگہوں پر لڑائیاں ہوئیں لیکن افسوس کہ ٹیپو سلطان کی فوج کے کئی افسر بھی انگریزوں سے مل گئے تھے۔ انہوں نے کہیں بھی جم کر مقابلہ نہیں کیا بلکہ جان بوجھ کر اپنی ہی فوج کو نقصان پہنچایا۔

گلشن آباد کے میدان میں جنگ ہو رہی تھی۔ ٹیپو سلطان کی فوج نے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ فتح صاف نظر آ رہی تھی اور قریب تھا کہ انگریزی فوج شکست کھا کر میدان سے بھاگ نکلتی کہ ایک سردار قمر الدین نے عین وقت پر غداری کی اور جان بوجھ کر اپنے سپاہیوں کو انگریزی توپ خانے کی زد پر لے آیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی توپوں نے انہیں بھون کر رکھ دیا۔ جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا، جیت ہار میں بدل گئی۔ ٹیپو سلطان کی فوج کے قدم اکھڑ گئے اور وہ جان بچا کر بھاگ نکلی۔

اسی طرح چند اور جگہوں پر لڑائیاں ہوئیں مگر سرداروں کی نمک حرامی سے انگریزوں کو کامیابی پر کامیابی ہوتی گئی۔ ایک وقت ایسا آیا کہ انگریزی لشکر کا ایک حصہ سرنگا
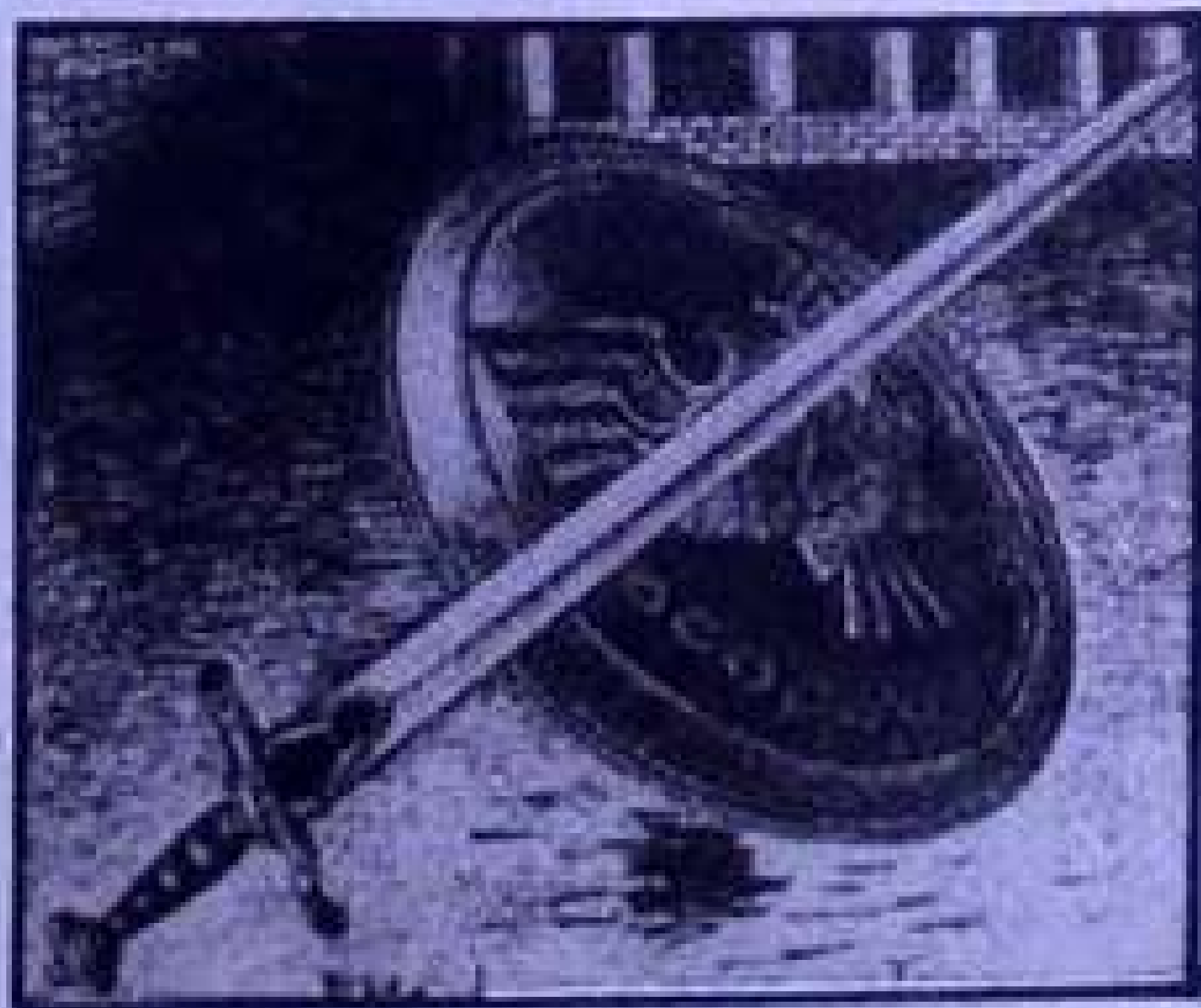
پٹنم کے قریب پہنچ گیا۔ اب ٹیپو سلطان کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ سرنگا پٹنم جا کر لڑیں اور دار السلطنت کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

آخر کار انگریزی فوجوں نے سرنگا پٹنم کا محاصرہ کر لیا اور زبردست گولہ باری شروع کر دی۔ میسور کی فوج نے فصیلوں سے حملہ آوروں کی گولہ باری کا جواب دیا۔ اس کے باوجود انگریزوں نے ایک ایک کر کے کئی مورچے چھین لئے اور ٹیپو سلطان کی فوج پیچھے ہٹتی گئی۔

سرنگا پٹنم قلعے کے اطراف بہنے والی کاویری ندی دراصل قلعے کو قدرتی تحفظ فراہم کرتی تھی۔ کاویری ندی ہمیشہ لبالب انداز میں بہتی تھی لیکن یہ بھی ٹیپو سلطان کی بدقسمتی تھی کہ ملک میں بارشوں کی کمی کے سبب ندی میں پانی کی سطح کم تھی اور اسے پار کرنا آسان ہو گیا تھا۔ فصیلوں سے باہر دشمن کا لشکر ایک سیلاب کی طرح رکا کھڑا تھا کہ کب کہیں کوئی راستہ ملے اور وہ زور وشور سے قلعے میں داخل ہو۔ دوسری طرف مورچے پر مورچے ہاتھ سے جا رہے تھے۔ یہ وقت نہایت نازک تھا۔ ٹیپو سلطان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کرے تو کیا کرے۔ اس کی تدبیریں کچھ کام نہیں آ رہی تھیں۔ غدار سرداروں کی چالوں کا علم انہیں اس وقت تک بھی نہیں ہوا تھا۔ ایسے مشکل وقت میں انہوں نے اپنے سرداروں کو بلا لیا اور ان سے مشورہ لیا کہ حالات سب کے سامنے ہیں، میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اس وقت کیا کرنا چاہئے۔ آپ لوگوں کی صلاح کیا ہے؟ سرداروں میں کچھ فرانسیسی سردار بھی تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس وقت صرف تین صورتیں ہیں:

(ا) پہلی تو یہ کہ ٹیپو سلطان اپنے خاندان سمیت مال و دولت لے کر رات کے اندھیرے میں سرنگا پٹنم سے نکل جائیں اور پندرہ ہزار فوج کے ساتھ چتل درگ کے قلعے

میں چلے جائیں۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ تمام مورچوں سے اپنے سرداروں کو ہٹا کر سارا انتظام فرانسیسیوں کے سپرد کر دیں کیونکہ اس وقت ان کی شکست کا سبب یہی سردار ہیں۔

(۳) تیسری اور آخری صورت یہ ہے کہ ہم سب فرانسیسیوں کو گرفتار کر کے آپ انگریزوں کے حوالے کر دیں کیونکہ ہماری ہی وجہ سے وہ آپ کے دشمن ہو رہے ہیں۔ اس کے بعد انگریزوں سے صلح کی بات چیت کر لیں۔

ٹیپو سلطان کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا اور انہوں نے کہا کہ فرانسیسی ہمارے دوست ہیں، ہم انہیں دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑ کر بزدلوں کی طرح جان بچا کر نہیں بھاگ سکتے۔ سلطنت جائے تو جائے لیکن ہم یہ کام ہرگز نہیں کر سکتے۔ فرانسیسی سرداروں کو رخصت کرنے کے بعد ٹیپو سلطان گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ انہیں دوسری تجویز معقول معلوم ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے اسی وقت میر صادق اور پورنیا کو بلایا اور پوچھا کہ کیا قلعہ فرانسیسیوں کے حوالے کر دیا جائے۔ ٹیپو سلطان ان غداروں کے کرتوتوں سے ابھی تک بے خبر تھے۔ میر صادق اور پورنیا کو جب اپنا کھیل چوپٹ ہوتا دکھائی دیا تو انہوں نے بڑی ہمدردی دکھاتے ہوئے کہا کہ ''حضور! یہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ انگریز اور فرانسیسی ایک ہی نسل اور ایک ہی مذہب کے ہیں۔ اگر قلعہ فرانسیسیوں کے سپرد کر دیا تو ممکن ہے یہ انگریزوں سے مل جائیں اور بغیر لڑے بھڑے قلعہ ان کے حوالے کر دیں۔ سیدھے سادے ٹیپو سلطان نے ان غداروں کی باتوں میں آ کر یہ تجویز بھی رد کر دی اور بچاؤ کی ہر صورت ختم ہو گئی۔

اب ٹیپو سلطان نے چاہا کہ فرانسیسیوں کی پہلی تجویز پر ہی عمل کرے اور عورتوں،

بچوں، خزانے اور کچھ فوج کو چتل درگ بھیج دے۔ چنانچہ انہوں نے تیاری کا حکم دیا۔ جب روانگی کا وقت آیا تو انہوں نے پھر سرداروں کو طلب کیا اور ان سے مشورہ مانگا۔ غدار سرداروں کو ٹیپو سلطان کے بیوی بچوں کا بھی اس طرح بچ نکلنا گوارا نہ تھا۔ بدارلزماں ناظہ نے فوراً کہا کہ شاہی خاندان کے چلے جانے سے فوج میں مایوسی اور بددلی پھیل جائے گی۔

یہ سن کر سلطان نے نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائیں اور سرد آہ بھر کر کہا...... ''اچھا جو مرضی خدا کی، وہی مرضی ہماری۔'' اور روانگی ملتوی ہوگئی۔ غداروں کے منصوبے ایک ایک کر کے پورے ہو رہے تھے۔ آخر وہ دن آپہنچا جس کا انگریز بڑی بے صبری سے انتظار کر رہے تھے۔

۴ مئی ۱۷۹۹ء...... ٹیپو سلطان نے اپنی زندگی میں آخری مرتبہ سورج کو نکلتے دیکھا۔ نمازِ فجر کے بعد گھوڑے پر سوار ہو کر وہ فوجوں کے معائنے کو نکلے۔ انگریزی فوج کی مسلسل گولہ باری سے قلعے کی ایک دیوار گر گئی تھی۔ انہوں نے اس کی مرمت کا حکم دیا۔ مسلمان قاضیوں اور ہندو پنڈتوں کے مشورے پر خیرات اور صدقہ کیا پھر فصیل پر اپنے بیٹھنے کے لئے سائبان لگانے کا حکم دیا اور واپس محل میں آکر غسل کیا۔ قلعے کے محاصرے کے بعد سے وہ شاہی محل میں رہائش ترک کر کے سپاہیوں کی طرح ایک خیمے میں رہنے لگے تھے۔ غسل سے فارغ ہونے کے بعد دوپہر تک فصیل کی مرمت دیکھتے رہے۔ دن کے کوئی ایک بجے وہ فصیل سے اترے۔ اپنی طاؤس نامی گھوڑی سے اتر کر ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئے۔ اور وہیں دوپہر کے کھانے کے لئے بیٹھے رہے مگر ابھی ایک نوالہ ہی اٹھایا تھا کہ شہر کی طرف سے رونے اور چلانے کی آوازیں سنائی دیں۔ ٹیپو سلطان نے پوچھا کہ یہ شور کیسا ہے؟ معلوم ہوا کہ شاہی توپ خانے کا سب سے بہادر سردار سید غفار توپ کا گولہ لگنے سے

شہید ہوگیا ہے اور انگریزی فوج بلا روک ٹوک بے دھڑک قلعے کی طرف بڑھی چلی آرہی ہے۔ٹیپو سلطان نے نوالہ رکھ دیا، اٹھ کھڑے ہوئے، چند جانثاروں کو ساتھ لیا اور قلعے کے دریچے سے نکل کر دشمن پر حملہ کرنے کے لئے بڑھتے ہوئے ایک سرد آہ کھینچی اور بلند آواز سے کہا ''مجاہد موت سے نہیں ڈرا کرتے۔ سید غفار بھی موت سے نہیں ڈرا''۔ٹیپو سلطان کے باہر نکلتے ہی دیوان میر صادق نے اندر سے دریچے کو بند کروادیا تاکہ انہیں واپس قلعے میں آنا پڑے تو نہ آسکیں۔ عین اسی وقت ٹیپو سلطان کا ایک وفادار سپاہی احمد خان جس کا تعلق کڈپہ کے پٹھان خاندان سے تھا وہاں آ گیا اور اس نے تلوار کے ایک ہی وار سے میر صادق کا کام تمام کردیا اور یوں غدار اپنے عبرتناک انجام کو پہنچا۔ میر صادق کی لاش سرنگا پٹنم قلعے کے داخلی دروازے کے کنارے دفن ہے جس پر آج بھی لوگ غلاظت اور جوتے چپل پھینکتے ہیں۔ بنگال کے نواب سراج الدولہ کے ساتھ غداری کرنے والوں میں میر جعفر کا نام سرفہرست ہے اسی طرح ٹیپو سے نمک حرامی کرنے والوں میں سب سے پہلا اور بڑا نام میر صادق کا ہے۔ یہ دونوں نمک حرام اور احسان فراموش ایرانی النسل تھے۔اب تک ٹیپو سلطان کی بچی کھچی وفادار فوج بڑی بہادری سے حملہ آوروں کا مقابلہ کررہی تھی اور انگریز قلعے کی فصیل سے کچھ فاصلے پر آ کر رک گئے تھے۔ ایسے نازک وقت نمک حرام وزیر خزانہ پورنیا نے فوج میں اعلان کروادیا کہ تمام سپاہی آ کر اپنی تنخواہ لے جائیں۔اس کا مقصد دراصل فوج کو مورچوں سے ہٹا کر انگریزوں کو اتنا موقع دینا تھا کہ وہ قلعے پر چڑھ آئیں۔ یہ اعلان سن کر سپاہیوں نے مورچے چھوڑ دیئے اور اس طرح انگریزی فوج کے لئے قلعے میں داخل ہونا آسان ہوگیا۔

ٹیپو سلطان نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ بھونچکا رہ گئے۔انہوں نے چاہا کہ قلعے

میں داخل ہوکر دشمن کو روکنے کی کوشش کریں مگر قلعے کا دریچہ تو غدار میر صادق بند کروا چکا تھا۔ اب وہ اندر کیسے جاتے؟ قلعے کا مالک قلعے کے باہر مجبور اور لاچار کھڑا تھا اور انگریزی فوج سیلاب کی طرح آگے بڑھ رہی تھی...... ٹیپو سلطان کو معلوم ہو چکا تھا کہ اب ان کا آخری وقت آن پہنچا ہے۔ انہوں نے موت سے بچنے کے بجائے ایک بہادر کی طرح آگے بڑھ کر اسے گلے لگانے کا فیصلہ کرلیا۔

دشمن اب قریب پہنچ چکا تھا۔ اس وقت چند ساتھیوں نے عرض کیا کہ آپ اپنے آپ کو انگریزوں پر ظاہر کر دیں۔ اس سے وہ آپ کے رتبے کا لحاظ کریں گے اور آپ کی جان بچ جائے گی مگر ٹیپو سلطان نے گرج کر کہا:

"شیر کی ایک دن کی زندگی، گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے تلوار سونت لی اور انگریزوں پر ٹوٹ پڑے۔ ان کے وفادار ساتھی بھی جان ہتھیلی پر رکھ کر دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ ٹیپو سلطان کی تلوار بجلی کی طرح دشمن پر گر رہی تھی۔ وہ کبھی ادھر وار کرتے اور کبھی پلٹ کر دوسری طرف۔ لڑائی زور و شور سے جاری تھی کہ اچانک ایک گولی ٹیپو کی وفادار گھوڑی طاؤس کو لگی اور وہ وہیں گر پڑی۔ اب ٹیپو سلطان پیدل ہوکر لڑنے لگے۔ اسی اثناء میں وہ لڑتے لڑتے فصیل پر بھی چڑھ گئے۔ ابھی وہ تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ ایک گولی ان کی پنڈلی میں لگی۔ کچھ دیر بعد دوسری گولی بازو میں آ کر لگی۔ اب جانبازوں نے انہیں گھیرے میں لے لیا اور ایک ایک کر کے ان پر اپنی جانیں قربان کرنے لگے۔
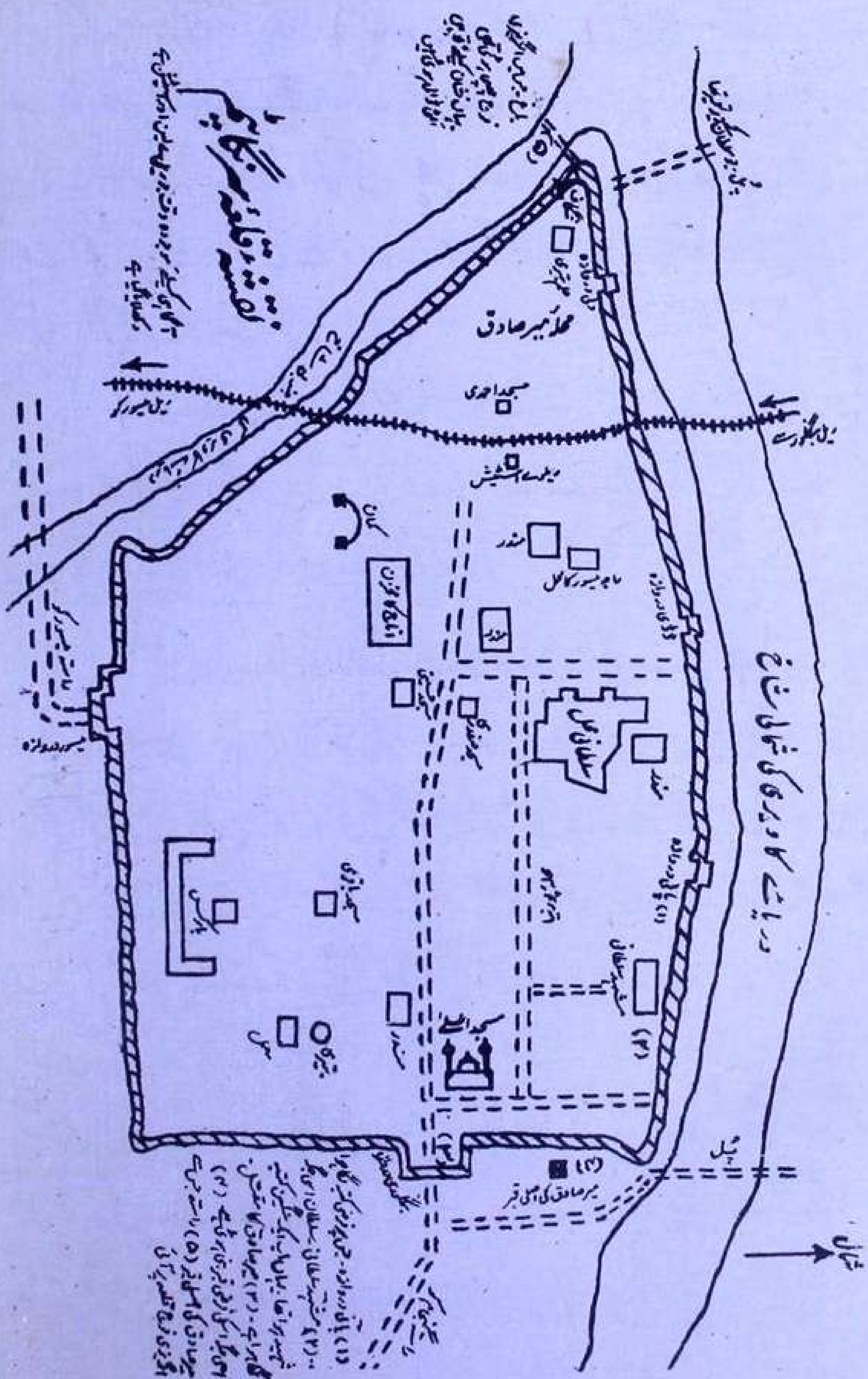
ٹیپو سلطان کا انگریز فوج سے آخری معرکہ

اب ٹیپو سلطان لڑتے لڑتے ایک تنگ جگہ میں گھر گئے۔ دشمنوں نے بھی اپنا زور اسی مقام پر لگا دیا مگر اس کے باوجود انہوں نے کئی انگریز سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اب لڑائی بدست بدست ہونے لگی تھی۔ دونوں طرف کے سپاہی تلواروں کے جوہر دکھا رہے تھے۔ بندوق کی گولیوں، تلواروں کی جھنکار اور زخمیوں کی چیخ و پکار سے ایک حشر برپا تھا کہ عین اسی ہنگامے میں ایک گولی ٹیپو سلطان کے دل کے قریب لگی اور وہ بری طرح زخمی ہو کر گر پڑے۔ تمام جانثار ایک ایک کر کے شہید ہو چکے تھے، سورج بھی تیزی سے ڈھل رہا تھا اب وہاں کوئی ایسا نہ تھا جو انہیں زمین پر سے اٹھاتا۔ اتنے میں ایک انگریز سپاہی قریب سے گزرا۔ شام کے دھندلکے میں قیمتی لباس دیکھ کر اس کا جی للچایا۔ اس نے قریب جا کر ٹیپو سلطان کی کمر سے پیٹی کو اتارنا چاہا۔ ٹیپو سلطان میں ابھی جان باقی تھی۔ انہوں نے

غصے میں آ کر لیٹے لیٹے ہی تلوار کا ایک ایسا زوردار ہاتھ مارا کہ اس کا گھٹنا ٹوٹ گیا۔ انگریز نے پلٹ کر ایک گولی ان کے سر میں ماری اور عین اس وقت جبکہ مغرب میں سورج آہستہ آہستہ ڈوب رہا تھا، سلطنتِ میسور کا ہی نہیں بلکہ پورے ہندوستان میں آزادی کا آفتاب بھی غروب ہو رہا تھا۔ حقیقی معنی میں اسلام کا یہ مومن سپاہی اللہ کو پیارا ہو رہا تھا...... آخر ٹیپو سلطان شہید ہو گئے اور ان کے ساتھ ہی آزادی و حُریت کا چراغ بھی بجھ گیا۔

ٹیپو سلطان تاج و تخت کو ٹھکرا کر شیر کی طرح میدان میں کودا اور مجاہد کی طرح حضرت حسینؓ کی پیروی کرتے ہوئے شمشیر بدست جامِ شہادت نوش کر گیا۔ وہ جان گیا تھا کہ ''رسوائی کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہوتی ہے۔''

عین اس وقت جب دونوں وقت مل رہے تھے اور آفتاب شفق کے خون میں غوطے لگانے والا تھا سلطنتِ خداداد کا یہ ماہِ کامل اور نیّرِ اعظم بھی آخری سانسیں پوری کر چکا تھا۔

ڈڈی دروازہ (واٹر گیٹ) جس کے قریب ٹیپو شہید ہوا تھا

سلطان کے شہید ہوتے ہی سرنگا پٹنم پر قہر ٹوٹ پڑا۔ ہر طرف قتل و غارت گری اور تباہی تھی۔ تقریباً بارہ ہزار جانثار ٹیپو پر شہید ہو گئے تھے۔ انگریزی فوجوں نے قلعے میں داخل ہونے کے بعد سونے جواہرات زیورات اور دیگر مال و دولت کو خوب خوب لوٹا۔ کروڑوں روپے مالیت کی ان اشیاء کی ایسی لوٹ مار مچی کہ ایک معمولی سپاہی بھی امیر

ہوگیا۔ سلطان کے محل میں شاہی خزانے اور کتب خانے میں بھی لوٹ مچائی گئی اور یہ بیش بہا سرمایہ معمولی ہاتھوں میں چلا گیا یا پھر ضائع ہوگیا۔ سلطان کے محل میں اس کے ذاتی استعمال کے ۸۴ عمامے، ۵۰ رومال، ۲۶ ٹوپیاں اور آب زم زم میں بھگوئے ہوئے دو خود (فولادی ٹوپی یا ہلمٹ) بھی ہاتھ آئے۔ سلطان کا مشہورِ عالم "تختِ ہما" جو سونے کے بنے ہوئے آٹھ شیروں پر قائم تھا، ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ بعد ازاں یہ ٹکڑے اکٹھے کر کے لندن کے میوزیم ونڈسر کیسل میں محفوظ کر دیے گئے۔ "تختِ ہما" ہماری تہذیب و ثقافت کا بے مثال نمونہ اور سرمایہ تھا۔
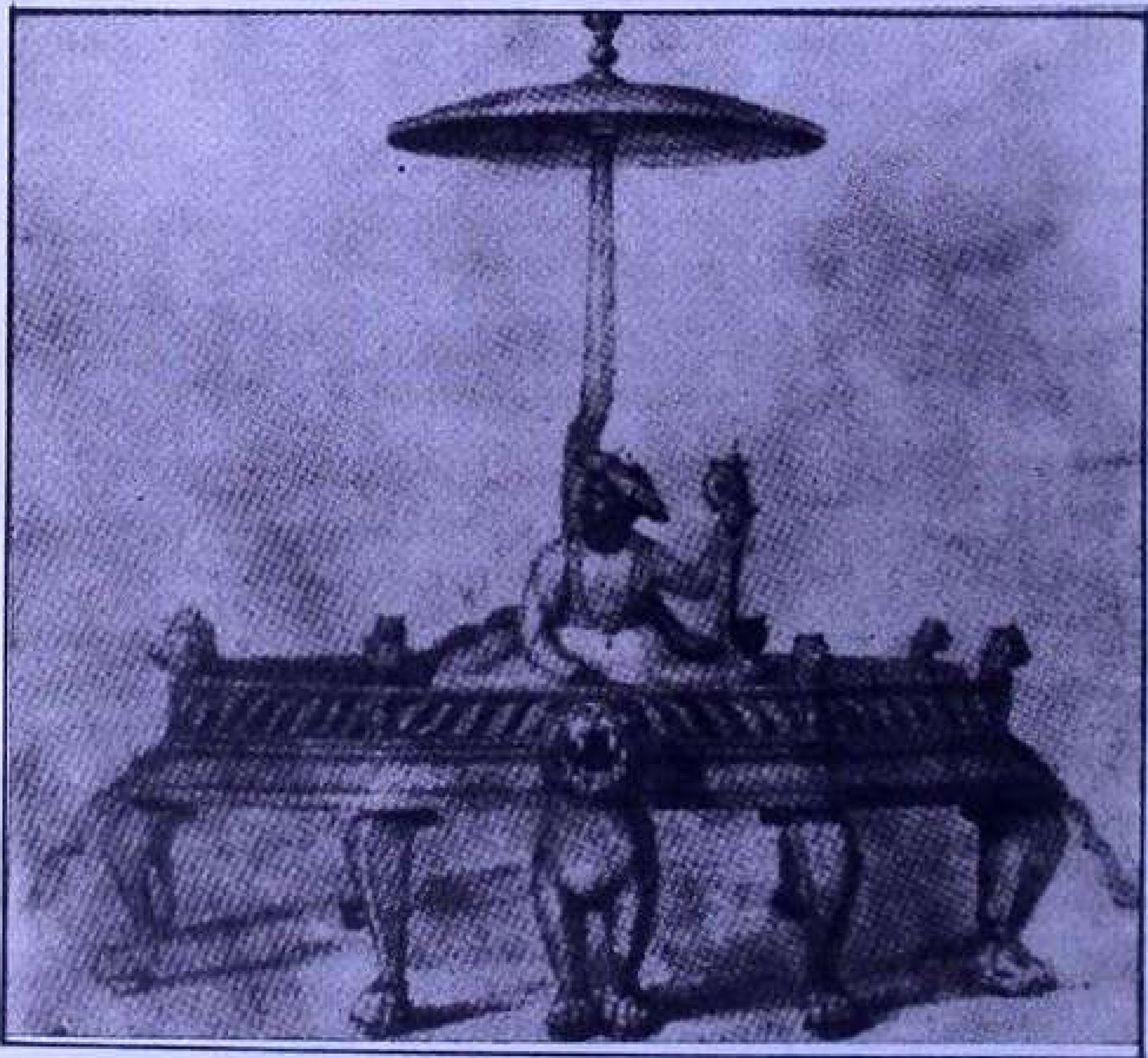
تختِ ہما کی ایک تصویر

ٹیپو سلطان کے شہید ہوتے ہی سرنگا پٹنم کے قلعے کے دروازے کھول دیئے گئے اور انگریزی فوج اندر داخل ہوگئی لیکن ابھی تک کسی کو معلوم نہ تھا کہ وہ شہید ہو چکے ہیں۔

جب ٹیپو سلطان محل میں نہ ملے تو تلاش شروع ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد انگریزوں نے بھی مشعلوں کی روشنی میں ان کی تلاش شروع کر دی۔ چنانچہ مشعلوں کی روشنی میں قلعے کے ایک میدان میں فصیل کے کنارے لاشوں کے انبار میں ان کی لاش بڑی مشکل سے ڈھونڈی گئی اور جب ٹیپو سلطان کی لاش پر انگریز جنرل ہیرس کی نظر پڑی تو اس نے بڑے فخر سے کہا۔ ''آج ہندوستان ہمارا ہے۔'' ٹیپو سلطان کی لاش ڈڈی دروازے کے قریب جس مقام پر ملی تھی آج وہاں بطورِ یادگار چبوترہ بنا کر ایک تختی نصب ہے۔

دنیا میں متعدد عظیم المرتبت ہستیاں ایسی گزری ہیں جو بظاہر ناکام رہیں لیکن پھر بھی دنیا نے ان کے سر پر عظمت کا تاج رکھا، ان کی یاد کو قلوب میں جگہ دی اور ان کا نام تاریخ میں سنہری حروف سے محفوظ ہے۔

اپنے ہاتھوں خود تجھے اہلِ وطن نے کھو دیا
آہ کیسا باغباں اہلِ چمن نے کھو دیا

ٹیپو سلطان شہیدانِ محبت کا امام تھا۔ مشرقی ممالک کی آزادی اور آبرو اس کی ذات سے وابستہ تھی۔ وہ انگریزوں کے خلاف سدِ سکندری تھا۔ آج دنیا میں ٹیپو کا نام چاند سورج سے زیادہ روشن ہے اور اس کی قبر کی مٹی آج بھی برِ صغیر کے کروڑوں مسلمانوں سے کہیں زیادہ زندگی کے خواص و آثار اپنے اندر رکھتی ہے۔

ٹیپو سلطان شہید کی لاش پالکی میں ڈال کر محل بھیجی گئی تو ایک کہرام مچ گیا۔ کوئی بھی ایسا نہ تھا جس کی آنکھ نہ بھیگی ہو اور پھر کچھ دیر بعد قدرت نے بھی دھواں دھار بارش کی صورت میں خوب آنسو بہائے۔ صبح دن چڑھے لاش کو غسل دیا گیا۔ اس کے بعد عوام کو ان کا آخری دیدار کرایا گیا پھر جنازہ اٹھایا گیا۔

ٹیپو کی نعش محل میں لائی گئی

راستے کے دونوں طرف انگریزی فوج صفیں باندھی کھڑی رہیں۔ جب جنازہ باغ میں پہنچا تو قلعے سے توپیں چلا کر شہیدِ وطن کو سلامی دی گئی۔ نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے بعد حیدر علی کی قبر اور ٹیپو سلطان کی والدہ کے قبر کے قریب ہی ''شیرِ میسور'' کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔

۱۹۳۶۔۳۷ء میں ہندوستان کا انگریز وائسرائے لارڈ لن لتھگو سلطان ٹیپو شہید کے مزار پر گیا تھا۔ میسور کے راجے مہاراج اور دیگر اعلیٰ عہدیدار اور گورنر بھی اس کے ساتھ تھے۔ لارڈ لن لتھگو صرف دس سیکنڈ کے بعد ہی جب مزار سے باہر آ گیا تو اس کا چہرہ فق تھا۔ ایک راجا نے حیرت سے لارڈ کے اس قدر جلد باہر آ جانے کا سبب پوچھا تو لارڈ نے جواب دیا۔''

میں نے مزار کے اندر ٹیپو کو زندہ محسوس کیا اور اس کے جاہ و جلال کو میں برداشت نہیں کر سکا۔"

صلہء شہید کیا، تب و تاب جاودانہ

شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے مشرقی بادشاہوں میں صرف ٹیپو کی عظمت و شجاعت کا اعتراف کیا ہے۔ علامہ اقبال ۱۹۲۹ء میں ٹیپو کے مزار پر گئے تھے اور پھر انھوں نے متعدد نظمیں لکھ کر اسے خراجِ عقیدت پیش کیا۔

اے سرنگا پٹنم، اے عہدِ کمال حیدری
ہے امانت تجھ میں تصویرِ جلال حیدری
اے شہید، اے مردِ میدان وفا تجھ پر سلام
تجھ پر لاکھوں رحمتیں، لا انتہا تجھ پر سلام
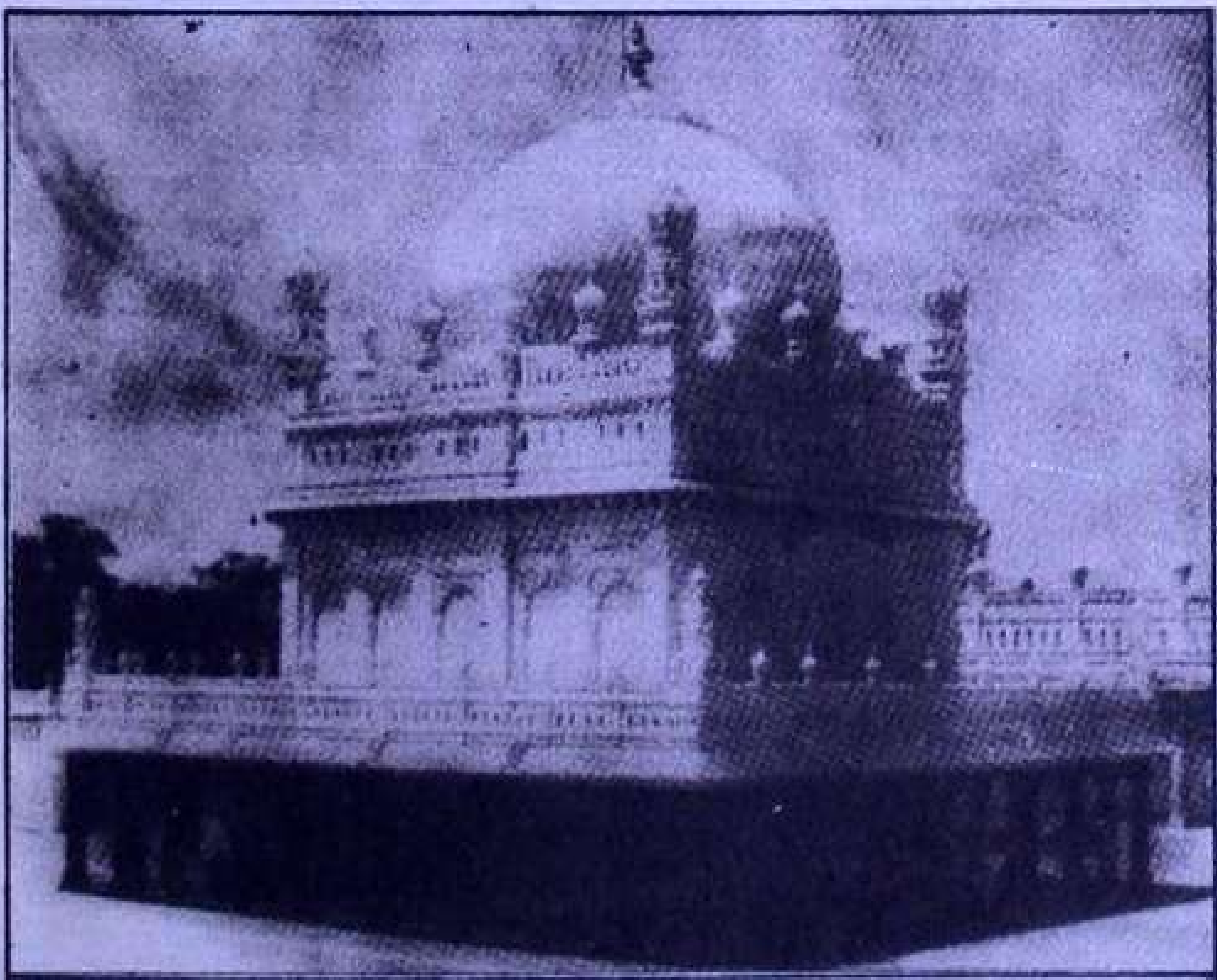
گنبد شاہی۔ جس میں ٹیپو اور اسکے والد والدہ دفن ہیں

نذرِ ٹیپو سلطان شہید

رزّاق افسر

اے شہیدِ حریت اے پیکرِ حُبِ وطن
تیرے خوں سے سُرخرو ہے آج بھارت کا چمن

ذات تیری افتخارِ وادیِ گنگ و جمن
تیرا دم بھرتی ہے کاویری ابھی تک اے سجن

ہر زمانے کو ابھی تک یاد ہے ترا چلن
تیری جرات، تیری خودداری، ترا وہ بانکپن

یہ تعارف کتنا آسان اور جامع ہے تیرا
تو وطن کی جان تھا اور تیرا پس منظر وطن

وقت دھندلا نہ سکا تری عظمتِ رفتہ کو
جاودانی کو نہ تیری لگ سکا ہر گز گہن

روشنی سے جس کی جاگا ہند کا سویا نصیب
تو نمودِ صبح آزادی کی وہ پہلی کرن

اپنے خوں سے وقت کی تاریخ جب تو نے لکھی
پھٹ پڑی حیرت سے آنکھیں سب کی اے شاہ دکن
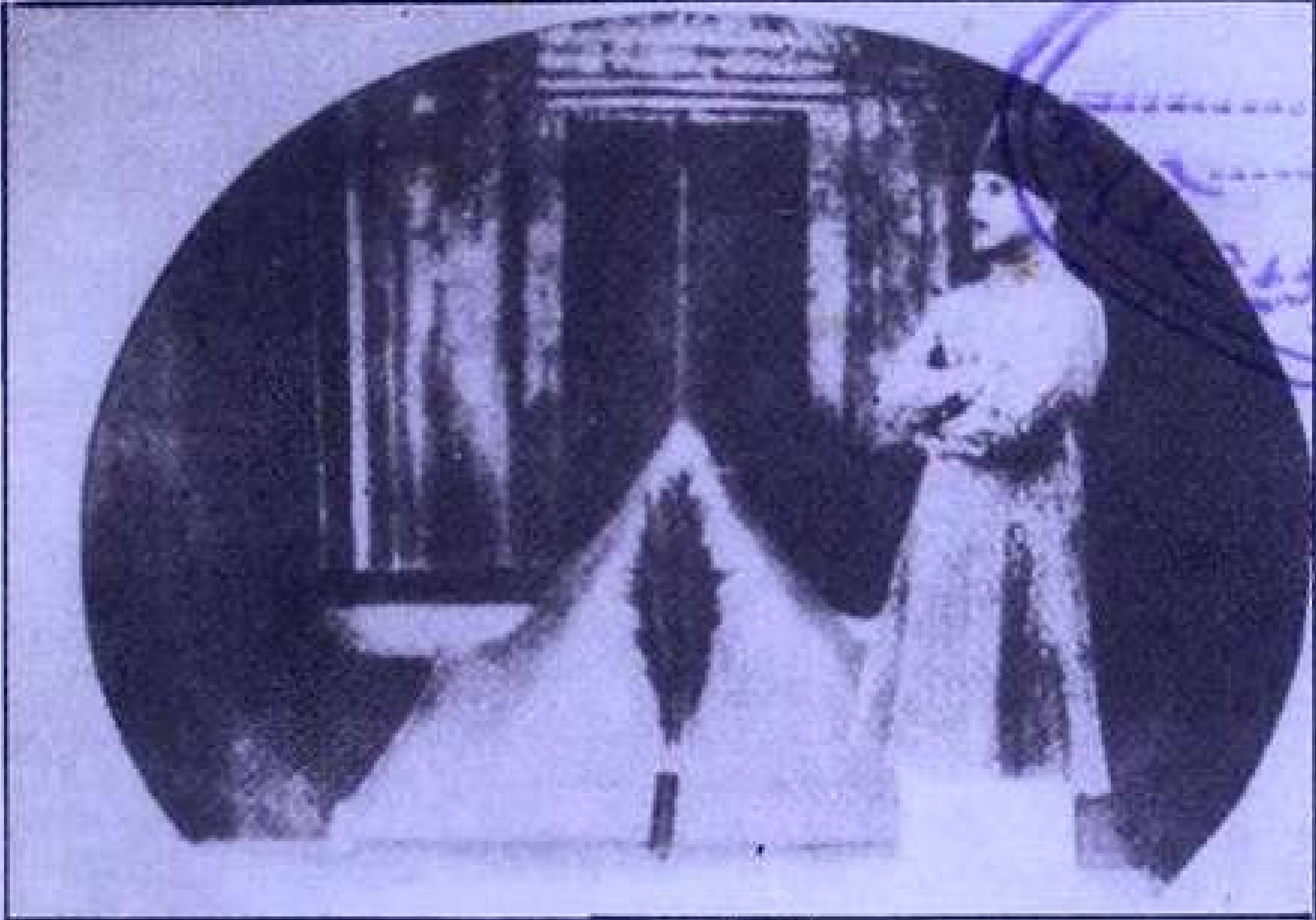
علامہ اقبال ٹیپو کے مزار پر

انگریزی فوج سنگا منتم میں لوٹ مار کر رہی ہے

انگریزی فوج کا سرنگا پٹنم پر حملہ